﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (آل عمران:74) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 18 — جمعۃ المبارک یکم اپریل 2011ء — 26 ربیع الثانی 1432 ہجری قمری ❁ یکم شہادت 1390 ہجری شمسی — شمارہ 13

ایمان کی حقیقت

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہیں کرتا جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(بخاری۔ کتاب الایمان)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کا نمونہ دیکھو کہ کس صبر اور استقلال سے انہوں نے جان دی ہے۔ وہ ایک اُسوہ چھوڑ گئے ہیں۔ اس قسم کے ایمان کو حاصل کرنے کی کوشش ہر ایک کو کرنی چاہئے۔ جماعت کو چاہئے کہ اس کتاب (تذکرۃ الشہادتین) کو بار بار پڑھیں اور فکر کریں۔

سرزمین کابل میں وفا کا مادہ زیادہ معلوم ہوتا ہے اسی لئے وہ لوگ قربِ الٰہی کے زیادہ مستحق ہیں (بشرطیکہ مامور من اللہ کی آواز گوشِ دل سے سنیں)۔

❁...... ’’مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کا نمونہ دیکھو کہ کس صبر اور استقلال سے انہوں نے جان دی ہے۔ ایک شخص کو بار بار جان جانے کا خوف دلایا جاتا ہے اور اس سے بچنے کی امید دلائی جاتی ہے کہ اگر تُو اپنے اعتقاد سے بظاہر توبہ کر دے تو تیری جان نہ لی جاوے گی۔ مگر انہوں نے موت کو قبول کیا اور حق سے رُوگردانی پسند نہ کی۔ اب دیکھو اور سوچو کہ اُسے کیا کیا تسلّی اور اطمینان خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہوگا کہ وہ اس طرح پر دنیا و مافیہا پر دیدہ دانستہ لات مارتا ہے اور موت کو اختیار کرتا ہے۔ اگر وہ ذرا بھی توبہ کرتے تو خدا جانے امیر نے کیا کچھ اس کی عزت کرنی تھی۔ مگر انہوں نے خدا کے لئے تمام عزتوں کو خاک میں ملایا اور جان دینی قبول کی۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ آخر دم تک اور سنگساری کے آخری لحہ تک ان کو مہلت توبہ کی دی جاتی ہے اور وہ خوب جانتے تھے کہ میرے بیوی بچے ہیں، لاکھ ہا روپے کی جائداد ہے، دوست یار بھی ہیں، ان تمام نظاروں کو پیش چشم رکھ کر اس آخری موت کی گھڑی میں بھی جان کی پروا نہ کی۔ آخر ایک سرور اور لذّت کی ہوا اُن کے دل پر چلتی تھی جس کے سامنے یہ تمام فراق کے نظارے ہیچ تھے۔ اگر ان کو جبراً قتل کر دیا جاتا اور جان کے بچانے کا موقع نہ دیا جاتا تو اور بات تھی۔ مجبوراً تو ایک عورت کو بھی انسان قتل کر سکتا ہے مگر ان کو بار بار موقع دیا گیا۔ باوجود اس مہلت ملنے کے پھر موت اختیار کرنی بڑے ایمان کو چاہتی ہے۔ اولیاء اللہ کی ایک خصلت ہوتی ہے کہ وہ موت کو پسند کرتے ہیں سو انہوں نے ظاہر کی‘‘۔ (ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 471-470 جدید ایڈیشن)

❁......26 دسمبر 1903ء صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کی نسبت حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

’’وہ ایک اسوۂ حسنہ چھوڑ گئے ہیں اور اگر غور سے دیکھا جاوے تو اُن کا واقعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے کیونکہ وہ تو مقید نہ تھے، نہ ان کو زنجیریں ڈالی گئی تھیں۔ صرف ایک قسم کا جنگ تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ بھی کچھ فوج تھی اگر اُن کے آدمی مارے گئے تو آخر اُن کے آدمیوں نے بھی تو یزید کے آدمیوں کو مارا۔ اور نہ جان بچانے کا کوئی موقع اُن کو ملا۔ مگر یہاں عبداللطیف صاحب مقید تھے۔ زنجیریں ان کے ہاتھ پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں۔ مقابلہ کرنے کی ان کو قوت نہ تھی اور بار بار جان بچانے کا موقع دیا جاتا تھا۔ یہ اس قسم کی شہادت واقع ہوئی ہے کہ اس کی نظیر تیرہ سو سال میں ملنی محال ہے۔ عام معمولی زندگی کا چھوڑنا محال ہوا کرتا ہے حالانکہ ان کی زندگی ایک تنعّم کی زندگی تھی۔ مال، دولت، جاہ و ثروت سب کچھ موجود تھا۔ اور اگر وہ امیر کا کہنا مان لیتے تو ان کی عزّت اَور بڑھ جاتی مگر انہوں نے ان سب پر لات مار کر اور دیدہ دانستہ بال بچوں کو کچل کر موت کو قبول کیا۔ انہوں نے بڑا تعجب انگیز نمونہ دکھلایا ہے اور اس قسم کے ایمان کو حاصل کرنے کی کوشش ہر ایک کو کرنی چاہئے۔ جماعت کو چاہئے کہ اس کتاب (تذکرۃ الشہادتین) کو بار بار پڑھیں اور فکر کریں اور دعا کریں کہ ایسا ہی ایمان حاصل ہو۔

مومنوں کے دو گروہ ہوتے ہیں۔ ایک تو جان کو فدا کرنے والے اور دوسرے جو ابھی منتظر ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ہماری جماعت کے بہت سے لوگوں میں سے وہ چودہ اچھے ہیں جو کہ قید میں ہیں۔ (صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ کی شہادت کے بعد چودہ آدمی اس وجہ سے بادشاہ کابل نے قید کر دیئے کہ وہ کہتے تھے کہ صاحبزادہ صاحب پر ظلم ہوا اور صاحبزادہ صاحب حق پر تھے۔ مرتب) ابھی بہت سا حصہ ایسا ہے جو کہ صرف دنیا کو چاہتا ہے حالانکہ جانتے ہیں کہ مَر جانا ہے اور موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے مگر ابھی بھی دنیا کا خیال بہت ہے۔ اس سرزمین (پنجاب) میں بزدلی بہت ہے۔ بہت کم ایسے آدمی ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں۔ اکثر خیال بیوی بچوں کا رہتا ہے۔ دو دو آنہ پر جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ مگر اس کے مقابلہ پر سرزمین کابل میں وفا کا مادہ زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ لوگ قرب الٰہی کے زیادہ مستحق ہیں (بشرطیکہ مامور من اللہ کی آواز کو گوش دل سے سنیں) خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کی ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ اِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰٓی (النجم:38) کہ اس نے جو عہد کیا اسے پورا کر کے دکھایا۔

لوگوں کا دستور ہے کہ حالت تنعّم میں وہ خدا تعالیٰ سے برگشتہ رہتے ہیں اور جب مصیبت اور تکلیف پڑتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں مانگتے ہیں اور ذرا سے ابتلا سے خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو اس شرط پر ماننے کے لئے تیار ہیں کہ وہ ان کی مرضی کے برخلاف کچھ نہ کرے۔ حالانکہ دوستی کا اصول یہ ہے کہ کبھی اپنی اُس سے منوائے اور کبھی اُس کی آپ مانے۔ اور یہی طریق خدا تعالیٰ نے بھی بتلایا ہے کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المومن:61) کہ تم مانگو تو مَیں تمہیں دوں گا۔ یعنی تمہاری بات مانوں گا۔ اور دوسری جگہ اپنی منواتا ہے اور فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ (البقرۃ:156) مگر یہاں آج کل لوگ خدا تعالیٰ کو مثل غلام کے اپنی مرضی کے تابع کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ غوث، قطب، ابدال اور اولیاء وغیرہ جس قدر لوگ ہوئے ہیں ان کو یہ سب مراتب اسی لئے ملے کہ خدا تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھتے چلے آئے۔ چونکہ افغانستان کے لوگوں میں یہ مادہ وفا کا زیادہ پایا جاتا ہے اس لئے کیا تعجب ہے کہ وہ لوگ ان لوگوں (اہل پنجاب) سے آگے بڑھ جاویں اور گوئے سبقت لے جاویں اور یہ پیچھے رہ جاویں۔ کیونکہ وہ لوگ اپنے عہد کے اس قدر پابند ہیں کہ جان تک کی پروا نہیں کرتے۔ نہ مال کی، نہ بیوی کی، نہ بچے کی۔ جس کا نمونہ ابھی مولوی عبداللطیف صاحب نے دکھا دیا ہے‘‘۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 497-496 جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے

(خطاب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرمودہ 28/دسمبر 1927ء برموقع جلسہ سالانہ)

(تیسری قسط)

حضرت مسیح موعودؑ کا چوتھا کام

چوتھا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے **یہ کیا کہ آپ نے کلام الٰہی کی حقیقت کو ظاہر کیا ہے اور اس کے متعلق جو مختلف خیالات لوگوں میں پھیلے ہوئے تھے ان کی اصلاح کی ہے۔**

اوّل الہام: الہام کے متعلق مختلف اور خطرناک خیالات لوگوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ لوگ سمجھتے تھے۔

(الف) الہام یا آسمانی ہوتا ہے یا شیطانی۔

(ب) پھر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ الہام صرف نبیوں کو ہوسکتا ہے۔

(ج) بعض لوگ سمجھتے تھے کہ الہام لفظوں میں نہیں ہوسکتا۔ دل کی روشنی سے حاصل کردہ علوم کا نام ہی الہام ہے۔

(د) بعض لوگ اس وسوسہ کا شکار ہو رہے تھے کہ الہام اور خواب کیفیت دماغی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

(ھ) بعض اس خیال میں مبتلا تھے کہ لفظی الہام کا عقیدہ رکھنا انسان کی ذہنی ترقی کے مانع ہے۔

(و) عام طور پر لوگ اس غلطی میں مبتلا تھے کہ اب الہام کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔

یہ اور اس قسم کے اور وساوس الہام کے متعلق لوگوں میں پائے جاتے تھے۔ **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب کی اصلاح کی ہے۔**

یہ جو خیال تھا کہ الہام صرف آسمانی یا شیطانی ہوتا ہے اس سے کئی خطرناک نتائج پیدا ہو رہے تھے۔ بعض مدعیوں کو جب لوگ راستباز سمجھتے تو ان کی وحی کو بھی آسمانی سمجھ لیتے۔ بعض خوابیں جب لوگوں کی پوری نہ ہوتیں تو وہ الہام اور خواب کی حقیقت سے ہی منکر ہوجاتے وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے اس مسئلہ کو حل کر کے دنیا کو بہت سے ابتلاؤں سے بچالیا۔ **آپ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ الہام کی دو بڑی قسمیں ہیں۔**

(1) سچے الہام (2) جھوٹے الہام

جو سچے الہام ہوتے ہیں یعنی جن میں ایک صحیح واقعہ یا صداقت کی خبر دی ہوئی ہوتی ہے آگے ان کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ **(الف) آسمانی الہام (ب) شیطانی الہام (ج) نفسانی الہام۔**

مَیں نے سچے الہام میں ان دونوں قسموں کو بھی شامل کیا ہے اور اس کی یہ وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے کلام سے ثابت ہوتا ہے اور قرآن کریم اور تجربہ اس کا شاہد ہے کہ کبھی شیطانی اور نفسانی الہام بھی سچا ہوتا ہے اور جب کوئی ایسا الہام سچا ہو جائے تو گو ہم اقرار کریں گے کہ وہ پورا ہو گیا مگر اسے آسمانی الہام پھر بھی نہیں کہیں گے۔

ان الہامات کی بھی جو آسمانی ہوتے ہیں آپ نے کئی قسمیں بتائی ہیں۔

(1) انبیاء کی وحی جو یقینی وحی کہلاتی ہے۔

(2) دوسری اولیاء کی مصفّٰی وحی۔ یہ وحی بھی غلط نہیں ہوتی لیکن یقینی نہیں کہلاتی کیونکہ وہ اپنے اندر ایسے نشانات نہیں رکھتی جو دنیا پر حُجّت ہوں اور جس کا انکار گناہ ہو۔ وہ بیشک مصفّٰی ہوتی ہے مگر اپنے ساتھ ایسے زبردست ثبوت نہیں رکھتی کہ لوگوں کے لئے اسے حُجّت قرار دیا جائے۔

(3) تیسری سالکوں کی وحی جسے اصطفائی وحی کہہ سکتے ہیں یعنی وہ ان کو بزرگی دینے کے لئے ہوتی ہے۔ مگر اس قدر صاف نہیں ہوتی جس قدر کہ اولیاء اللہ کی۔

(4) سالکوں اور مومنوں کی ابتلائی وحی۔ یہ وحی مؤمنوں کے تجربہ، آزمائش اور امتحان لینے اور ان کی ہمت ظاہر کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

(5) پانچویں جبیزی وحی۔ یہ وحی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام سے معلوم ہوتی ہے۔ میں اس الہام کے الفاظ کے مطابق اس کا نام جبیـــــزی وحی رکھتا ہوں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح کامل مومن کا مقصد خدا تعالیٰ کے قرب کا حصول ہوتا ہے وہ اس قرب کے حصول کے ذریعہ کی تعیین نہیں کرتا۔ بعض ناقص لوگ اس جدوجہد میں ایک نفسانی خواہش کو بھی ساتھ رکھتے ہیں کہ یہ قرب اس طرح حاصل ہو کہ ہمیں الہام ہو جائے اور الہام کی خواہش بھی قرب کے لئے نہیں بلکہ بڑائی اور درجہ کے حصول کے لئے ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کی بڑھی ہوئی خواہش کو دیکھ کر کبھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں بھی الہام کر دیتا ہے۔ جس طرح کھانا کھاتے وقت کوئی کتا آجاتا ہے تو اس کے آگے بھی آدمی روٹی کا ٹکڑا یا بوٹی پھینک دیتا ہے۔ اس قسم کا الہام درحقیقت ایک سخت آزمائش ہوتا ہے جو بسا اوقات ٹھوکر کا موجب ہوتا ہے۔ جبیــز چونکہ سوکھے ٹکڑے کو کہتے ہیں اس لئے اسی مناسبت سے اس وحی کا نام جبیـــــزی وحی رکھا گیا ہے۔

(6) چھٹی قسم وحی کی وہ ہے جو ایسے غیر مومن کو ہوتی ہے جو اپنی فطرت میں سعادت رکھتا ہو۔ اس کا نام میں نے ارشادی وحی رکھا ہے یعنی ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والی۔

(7) ساتویں قسم وحی کی طفیلی وحی ہے کہ کفار اور بدکاروں کو ارشاد کے طور پر نہیں بلکہ ان پر حجت تمام کرنے کیلئے ہوتی ہے۔ اس کا نام میں نے طفیلی وحی رکھا ہے کیونکہ یہ اس لئے ہوتی ہے کہ انبیاء کی صداقت کے لئے ایک ثبوت ہو۔

یہ سب آسمانی وحی کی قسمیں ہیں۔

(ب) **شیطانی الہام**۔ جیسا کہ میں اوپر بتا آیا ہوں بعض شیطانی الہام بھی سچے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ۔** (الصّٰفّٰت: 11) یعنی آسمانی امور جب دنیا میں ظاہر ہونے لگتے ہیں تو شیطان بھی ان میں سے کچھ اچک کر اپنے ساتھیوں کو پہنچا دیتا ہے۔ اور گو اس کے بطلان کا سامان اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے لیکن ارواحِ خبیثہ سے تعلق رکھنے والوں کی بعض بعض باتیں بھی کبھی سچی نکل آتی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ایسی خوابیں یا نظارے اگر اتفاقاً کبھی سچے بھی نکل آئیں تو ان میں ہیبت اور شوکت نہیں ہوتی اور نامکمل سے اور مبہم سے ہوتے ہیں۔

(ج) **نفسانی الہام**۔ یعنی ایسے الہام یا خواب جو دماغی کیفیات کے نتیجے میں نظر آئیں۔ یہ الہام یا خواب بھی کبھی سچے ہوتے ہیں۔ جس طرح انسانی دماغ جاگتے ہوئے کوئی بات قیاس کر کے آئندہ کے متعلق نکال لیتا ہے اور وہ سچ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کبھی سوتے ہوئے بھی ایسے اندازہ لگا کر پیش کر دیتا ہے اور وہ کبھی سچے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے سچے ہو جانے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ **ایسی خوابیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔**

(1) امورِ طبعیہ سے تعلق رکھنے والی۔ مثلاً بیماریوں کے متعلق۔ بیماریاں یکدم نہیں پیدا ہوتیں۔ بلکہ ان کے ظاہر ہونے سے کئی گھنٹے یا کئی دن یا کئی ہفتے پہلے جسم میں تغیرات شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسے تغیّرات کو بعض دفعہ انسانی دماغ محسوس کر کے انسان کی آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے اور وہ بات پوری بھی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ایک طبعی اندازہ ہوتا ہے۔ بیماریوں کے ایسے تغیّرات مختلف عرصوں میں واقع ہوتے ہیں۔ مثلاً ہلکے کتے کا زہر بارہ دن سے دو ماہ تک کہتے ہیں تکمیل تک پہنچتا ہے۔ پس ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کو ہلکے کتے نے کاٹا ہو۔ اور زہر کے اپنے اثر کو مکمل کرنے کے دوران میں اس کا دماغ اس کی کیفیت کو محسوس کر کے ایک نظارہ کی شکل میں اسے دکھادے۔ پس یہ خواب یا الہام سچا ہوگا۔ مگر نفس انسانی کا ایک فعل ہوگا نہ کہ آسمانی۔

(2) دوسری قسم اس قسم کی وحی کی عقلی وحی ہوتی ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی امر کو سوچتے سوچتے سو جائے اور اس کا دماغ اس وقت بھی اس کے متعلق غور کرتا رہے (دماغ کا ایک حصہ انسان کی نیند کے وقت بھی کام کرتا رہتا ہے) اور جب وہ کسی نتیجہ پر پہنچے تو ایک نظارہ خواب کی حالت میں نظر آجائے جس میں وہ نتائج جو دماغ کے حصہ متاثرہ نے غور کرنے کے بعد نکالے تھے دکھا دیئے گئے ہوں۔ بسا اوقات یہ نتائج دوسرے عقلی نتائج کی طرح صحیح ہوں گے۔ لیکن باوجود ان کے صحیح ہونے کے اس خواب کو آسمانی خواب نہیں کہیں گے بلکہ نفسانی خواب کہیں گے۔ کیونکہ اس کا منبع انسانی دماغ ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کا کوئی خاص امر۔

اوپر کی دونوں قسمیں ایک رنگ میں آسمانی بھی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ قوانین کے ماتحت انسان کی ہدایت اور اس کی راہنمائی کا موجب ہوتی ہیں مگر تقدیر عام کے ماتحت۔ ان کا ظہور کسی خاص حکم کے ذریعہ سے نہیں ہوتا۔ مگر ایک قسم نفسانی خواہشات کی اور بھی ہے جو خالص نفسانی ہوتی ہے مگر پھر بھی کبھی سچی ہو جاتی ہے اور وہ پراگندہ خواب ہے۔

(3) یہ قسم دماغ کی پراگندگی کے نتیجہ میں آتی ہے۔ مگر چونکہ مختلف اندازے لگانے والے کا کوئی اندازہ صحیح بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پراگندہ خیالات میں سے کبھی کوئی اتفاقاً صحیح بھی ہو جاتا ہے مگر اس کی صحت نہ خدا کے حکم سے تعلق رکھتی ہے نہ کسی طبعی قانون سے بلکہ اتفاق پر مبنی ہوتی ہے۔

اب میں جھوٹے الہام کے متعلق بیان کرتا ہوں۔ اس کی بھی کئی قسمیں ہیں۔

(1) شیطانی الہام۔ شیطان چونکہ قیاس سے کام لیتا ہے اس لئے اس کا قیاس اکثر اوقات غلط نکلتا ہے۔ پھر وہ جھوٹ بھی بولتا ہے۔

(2) دوسری قسم نفسانی خواب۔

اس کی آگے پھر کئی قسمیں ہیں۔

(الف) وہ خواب جو دماغ کی خرابی کا نتیجہ ہو۔

(ب) وہ خواب جو خواہش اور آرزو کے نتیجے میں پیدا ہو جائے۔ جیسے ہمارے ملک میں کہتے ہیں کہ بلی کو چھیچھڑوں کی خوابیں۔ اس خواب میں اور جبیــزی خواب میں بظاہر مناسبت ہے مگر ایک فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ جبیــزی خواب تو وہ ہے جو خدا تعالیٰ بندہ کی خواہش کو پوری کرنے کے لئے نازل کرتا ہے مگر اس خواب کو خدا تعالیٰ نازل نہیں کرتا بلکہ انسان کی خواہش سے متاثر ہو کر نفس خود پیدا کر لیتا ہے۔

(2) دوسری غلطی لوگوں کو یہ لگی ہوئی تھی کہ الہام یا وحی صرف نبی کو ہوسکتا ہے۔ یہ خیال نہایت غلط اور امت میں پست خیالی پیدا کرنے کا موجب اور قربِ الٰہی کے حقیقی دروازوں کو بند کرنے والا تھا۔ اس کے نتیجہ میں صرف انسانی تدابیر پر خوش ہو جاتے تھے اور خدا تعالیٰ کے فضل کو جو ایک ہی ذریعہ اس کی خوشنودی کا پتہ لگانے کا ہے بھلا بیٹھے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خیال کی بھی اصلاح کی اور فرمایا کہ الہام ہر شخص کو ہوسکتا ہے۔ ہاں الہام کے بھی درجے ہوتے ہیں۔ نبی کو نبیوں والا الہام ہوتا ہے، مؤمن کو مؤمنوں والا اور کافر کو کافروں والا۔ اس حقیقت کو کھول کر آپ نے یہ فتنہ دور فرما دیا کہ غیر مؤمن کو جب کبھی کوئی سچا الہام ہو جائے تو بعض دفعہ وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ بھی خدا کا مقرب ہے۔ آپ نے فرمایا ایسے لوگوں کو سچا الہام ہو جاتا ہے مگر نبیوں اور نیک لوگوں کے الہام اور کفار کے الہام میں یہ فرق ہے کہ نبیوں اور اولیاء کے الہام اپنے ساتھ قدرت رکھتے ہیں۔ اور یہ بات کفار کے الہاموں کو حاصل نہیں ہوتی۔

تیسری غلطی یہ لگی ہوئی تھی کہ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ الہام لفظوں میں نہیں ہوتا بلکہ دل کی روشنی کا نام ہی الہام ہے۔ آپ نے ان لوگوں کے خیال کی بھی اصلاح فرمائی۔ نیچریوں، بہائیوں اور اکثر عیسائیوں کا یہی خیال ہے۔ مسلمان تعلیم یافتہ بھی کثرت سے اسی وہم میں مبتلا ہیں۔ آپ نے ایسے لوگوں کے سامنے اول اپنا مشاہدہ پیش کیا اور فرمایا: میں الہام کے الفاظ سنتا ہوں اس لئے میں اس خیال کی تردید کرتا ہوں کہ الہام الفاظ میں نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب آپ نے یہ دیا کہ الہام اور خواب انسانی فطرت میں داخل ہے۔ ہر انسان میں یہ خواہش ہے کہ خدا سے ملے۔ اور اس فطرت کی خواہش کا جواب بھی ضرور ہونا چاہئے۔ خالی دل میں خیال اس جوش محبت کا جواب نہیں ہوسکتا جو انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کی ملاقات کے متعلق رکھا گیا ہے۔ اس کا جواب صرف الہام اور خواب ہی ہوسکتے ہیں۔

اسی طرح آپ نے فرمایا کہ خواب اور الہام صرف نبیوں سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ دنیا کے اکثر افراد اس سے کم وبیش حصہ پاتے ہیں حتیٰ کہ جو بدکار سے بدکار وجود ہیں اور جن کا پیشہ ہی بدکاری ہوتا ہے وہ بھی اس سے کبھی حصہ پالیتے ہیں۔ پس اس چیز کا انکار کس طرح ہوسکتا ہے جس پر اکثر انسان شاہد ہیں۔

اور جو چیز تھوڑی یا بہت دنیا کے اکثر افراد کو مل جاتی ہے اس کی نسبت کس طرح خیال کیا جاسکتا ہے کہ باقی دنیا کو تو اس میں حصہ ملتا ہے مگر نبیوں کو ہی اس سے حصہ نہیں مل سکتا۔ حالانکہ اس چیز کی پیدائش کی غرض ہی نبوت کی تکمیل ہے۔ جب لاکھوں کافر بھی گواہی دیتے ہیں کہ ان کو الہام ہوتے ہیں یا خوابیں آتی ہیں تو الہام یا خواب کا ہونا ناممکن نہ ہوا۔ اور جب ناممکن نہ ہوا تو نبیوں کے متعلق یہ کہنا کہ ان کو الہام نہیں ہوتا بلکہ دل کے خیالات کا نام وہ الہام رکھ لیتے تھے حد درجہ کی نادانی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ الہام ایسی زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جو ملہم نہیں جانتا۔ اگر الہام محض خیال ہی ہوتا تو اسی زبان میں ہوتا جسے ملہم جانتا ہے۔ اُس زبان میں نہ ہوتا جسے وہ نہیں جانتا۔ لیکن ملہموں کو بعض اوقات ان زبانوں میں بھی الہام ہوتے ہیں جنہیں وہ نہیں جانتے۔ پس معلوم ہوا کہ الہام الفاظ میں ہی ہوتا ہے نہ کہ خیالات کا

باقی صفحہ نمبر9پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،

گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 138

محمد رضا علاونہ صاحب از فلسطین

پچھلی دو قسطوں میں ہم نے مکرمہ سماح محمود صاحبہ کے احمدیت کی طرف سفر کا حال اور ان کے حوالے سے فلسطین کی شرعی عدالت میں جاری ایک کیس کا بھی ذکر ہوا ہے۔ اس کیس کے پہلے ’’ملزم‘‘ مکرمہ سماح محمود صاحبہ کے خاوند مکرم محمد رضا علاونہ صاحب ہیں۔ اس قسط میں ہم ان کے احمدیت کی طرف سفر کی کہانی ان کی زبانی بیان کریں گے۔

تعارف احمدیت سے پہلے

مکرم علاونہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

مَیں بفضلہٖ تعالیٰ لڑکپن سے ہی صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا حتی کہ مجھے یاد ہے مَیں نے بارہ سال کی عمر سے روزے رکھنے شروع کر دیئے تھے۔ دیگر مسلمانوں کی طرح مَیں بھی یہی دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ تو اسلام کو فتح ونصرت عطا فرما اور تمام دنیا پر غالب کردے۔ یہ تو میرا ایمان تھا کہ اصل نصرت تو خدا کی طرف سے ہی آتی ہے لیکن مروجہ سوچ کے زیر اثر اس وقت میرا یہی خیال تھا کہ جب تک اسلامی حکومت کا قیام نہ ہو حقیقی غلبہ ناممکن ہے۔ گویا غلبہ اسلام کا بنیادی نقطہ اسلامی حکومت کا قیام ہی تصور کیا جاتا تھا اور آج تک یہی تصور بعض اسلامی جماعتوں میں رائج وراسخ ہے۔

نوجوانی میں مَیں دیگر دینی ٹی وی پروگرامز کے علاوہ خصوصی طور پر شیخ احمد الکبیسی کے ٹی وی پروگرامز اور دروس کو باقاعدگی سے دیکھتا اور سنتا تھا۔ قبول احمدیت کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ ان شیخ صاحب کے خیالات کافی حد تک احمدی طرز فکر کے قریب تھے۔

امام مہدی کے بارہ میں ہمارے علاقے میں صرف شیعہ ہی بات کرتے تھے اور اس کے عجیب وغریب طریق پر ظہور کی خبریں سناتے تھے جبکہ دیگر اہل سنت اس خیال کو بعید از حقیقت قرار دیتے تھے، لہذا مَیں نے کبھی بھی اس بارہ میں سنجیدگی سے سوچا نہ تھا۔

جماعت سے تعارف

جماعت احمدیہ سے میرا تعارف اتفاقی طور پر ہوا۔ مَیں فلسطین کے ’’خضوری‘‘ کالج میں پڑھتا تھا جہاں مکرم ہانی طاہر صاحب ہمیں الیکٹرونکس کا مضمون پڑھایا کرتے تھے۔ مَیں ان کی شخصیت، ان کے خیالات اور اصول پسندانہ طبیعت سے بہت متأثر تھا۔ باوجود ان سے متأثر ہونے اور بارہا ان سے ملنے کے مجھے کالج سے تعلیم مکمل کرنے تک ان کے احمدی ہونے کے بارہ میں پتہ نہ چل سکا۔ کالج میں پڑھائی کے دوران ہانی صاحب نے ناسخ ومنسوخ کے موضوع پر اپنی ایک تالیف مجھے تحفہ دی تھی جسے پڑھ کر مَیں بھی اس بات کا قائل ہوگیا تھا کہ قرآن کریم میں کوئی ناسخ ومنسوخ نہیں ہے اور ایسی بات کرنے والے غلطی پر ہیں۔

مَیں 2001ء میں خضوری کالج سے فارغ التحصیل ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی میرا ہانی صاحب سے کوئی رابطہ نہ رہا۔ اس کے دو سال بعد 2003ء میں ایک دن میری ملاقات کچھ ایسے لوگوں سے ہوئی جو ناسخ ومنسوخ کے بارہ میں بحث کر رہے تھے۔ چونکہ مَیں نے اس موضوع پر ہانی صاحب کی کتاب نہ صرف پڑھی تھی بلکہ اس کے دلائل بھی مجھے ازبر ہو چکے تھے، اس لئے مَیں انہیں اس مسئلہ کے بارہ میں قرآنی آیات کے حوالہ سے بالتفصیل سمجھانے لگا۔ ابھی مَیں نے چند دلائل ہی دیئے تھے کہ وہ کہنے لگے کہ تم تو بالکل ہانی طاہر کی طرح بات کرتے ہو۔ مجھے بہت تعجب ہوا کہ ان کو ہانی صاحب کے بارہ میں کیسے علم ہے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ہانی صاحب آج کل ’’النجاح‘‘ یونیورسٹی میں عربی ادب میں ماسٹرز کر رہے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم ہانی صاحب کو کیسے جانتے ہو۔ مَیں نے بتایا کہ انہوں نے خضوری کالج میں مجھے پڑھایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ کافر اور قادیانی ہے۔ مَیں نے یہ لفظ اپنی زندگی میں پہلی دفعہ سنا تھا۔ اور کافر کا لقب ہانی صاحب کے بارہ میں سن کر مَیں ہکا بکا رہ گیا۔ مَیں نے ان سے کہا کہ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا؟ مَیں ہانی صاحب کو اچھی طرح جانتا ہوں، وہ ایک دیندار انسان ہیں، انہوں نے علوم شریعت میں بھی ڈگری کی ہوئی ہے، ایسے شخص کو آپ کافر کیسے کہہ سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اگر یقین نہیں آتا تو ان سے قادیانیت کے بارہ میں پوچھ لیں نیز وفات مسیح، امام مہدی، اور جنّ وغیرہ کے بارہ میں ان سے بات کر کے دیکھ لیں، آپ کو خود ہی حقیقت حال کا اندازہ ہو جائے گا۔

گو مَیں اس یقین پر قائم تھا کہ ان لوگوں کی بات غلط ہے اور ہانی صاحب کافرانہ خیالات کے حامل نہیں ہو سکتے، پھر بھی حقیقت تک رسائی کی خاطر مَیں نے ان کی باتیں اپنے پاس لکھ لیں۔ گھر آ کر مَیں نے ہانی صاحب کی کتاب نکالی جس پر ان کا فون نمبر تھا، اور فون پر سلام دعا کے بعد بہت جھجکتے ہوئے پوچھا کہ قادیانیت کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ کل مَیں کالج میں ہوں گا اگر آپ وہاں آ سکیں تو تسلی سے بیٹھ کر اس موضوع پر بات کریں گے۔ مَیں حسب وعدہ کالج پہنچ گیا لیکن ان دنوں اسرائیلی اتھارٹی کی طرف سے اس علاقہ میں جگہ جگہ ناکے لگائے ہوئے تھے لہذا ہانی صاحب کو کالج تک پہنچنے کے لئے نہ جانے کون کونسے راستوں سے گزر کر آنا پڑتا تھا اس وجہ سے وہ کالج لیٹ پہنچے اس لئے ہماری ملاقات بہت مختصر رہی۔ انہوں نے نہایت مختصر طور پر کہا کہ اس جماعت کا نام جماعت احمدیہ ہے نہ کہ قادیانیت۔ اس جماعت کو 1889ء میں حضرت امام مہدی علیہ السلام نے قائم فرمایا اور آپ کی وفات 1908ء میں ہوئی۔ پھر مَیں نے عیسیٰ علیہ السلام اور جنّ کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء کی طرح فوت ہو چکے ہیں اور لوگوں کے سر پر سوار ہو جانے والے جنّوں کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔

میرے سوالوں کے یہ نہایت مختصر جواب تھے۔ ہر جواب پر میرے ذہن میں متعدد سوال ابھرتے تھے لیکن پوچھنے کا وقت نہ تھا۔ اس ملاقات کے آخر پر مجھے ہانی صاحب پر بہت ترس آیا، اور بہت دکھ بھی ہوا کہ مَیں جسے ایک سمجھدار، مفکر اور بااصول شخص سمجھتا تھا اس کی سوچ کتنی ’’سطحی‘‘ ہے۔ ساتھ ہی مجھے تجسس تھا کہ آخر وہ کیا بات ہے جس نے ہانی صاحب کو یہ نتیجہ قائم کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اس بات نے میرے اندر تمام تفاصیل جاننے کے لئے ایک جستجو کی لَو لگا دی۔

وفات مسیح اور حقیقت جنّ

ہانی صاحب نے مجھے کہا کہ مَیں تمہیں کچھ کتب دیتا ہوں جن میں شاید تمہیں تمہارے سوالوں کا جواب مل جائے، اور اگر ان کتب میں لکھے ہوئے عقائد یا خیالات کے بارہ میں تمہارے ذہن میں کوئی بھی سوال پیدا ہو تو اس کو لکھ لینا پھر ہم بیٹھ کر ان امور کے بارہ میں بات کر لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے کچھ لٹریچر دیا۔ سب سے پہلے مَیں نے ان کتب میں سے ان کی اپنی تالیف: ’’مـاذا تنقمون مِنَّـا‘‘ لی اور اس میں وفات مسیح کے بارہ میں آیات اور ان سے استدلال کا مطالعہ شروع کیا یہاں تک کہ سورۃ المائدہ کی ’’فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِی‘ والی آیت اور اس کی شرح جب پڑھی تو حیران رہ گیا کہ اصل حقیقت تو یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اس وقت مَیں نے کہا کہ وفات مسیح کے عقیدہ میں تو ہانی صاحب بالکل حق پر ہیں۔

پھر مجھے جنّوں کے بارہ میں جاننے کی خواہش تھی کہ آخر ہانی صاحب جنوں کے عام فہم عقیدہ کا انکار کیوں کر رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی دی ہوئی کتب میں سے جنوں کے بارہ میں بھی تحقیقی مقالہ پر مشتمل کچھ اوراق تھے جن کے آخر پر ایک آیت تھی جو میرے لئے قاطع دلیل ثابت ہوئی۔ وہ آیت یہ تھی:

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا (الأنعام: 131)

یعنی اے جنّوں اور عوام الناس کے گروہو! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کیا کرتے تھے اور تمہیں تمہاری اِس دن کی ملاقات سے ڈرایا کرتے تھے؟

(اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ جنّوں کی طرف آنے والے رسول جنّوں میں سے تھے اور انسانوں کی طرف آنے والے رسول انسانوں میں سے تھے یعنی ہر رسول اور اس کی قوم کی جنس ایک تھی۔ اب چونکہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنّ وانس دونوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اس لئے اس آیت کے مطابق آپ انہی جنّ وانس میں سے ہیں اور آپ کی اور ان کی جنس ایک ہے۔ اور چونکہ آپ انسان تھے اور انسانوں کی طرف ہی مبعوث ہوئے اس لئے ثابت ہوا کہ ان جنّوں سے مراد ہماری طرح کے انسان ہی ہیں نہ کہ لوگوں کے سر پر سوار ہو جانے والی غیر مرئی مخلوق۔)

اس آیت کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ لوگوں کے سر پر سوار ہونے والے جنّوں کی کہانی درست نہیں ہے اور قرآن میں مذکور جنّوں سے مراد انسان ہی ہیں۔ ان کتب اور مفاہیم نے کافی حد تک مجھے احمدیت کی صداقت کا قائل کر لیا تھا۔ لیکن جس بات نے جملہ شکوک وشبہات کو یقین کی تلوار سے کاٹ کر رکھ دیا وہ مرحوم مصطفیٰ ثابت صاحب کی کتاب ’’دلائل صدق الأنبیاء‘‘ تھی جسے پڑھ کر میرے دل میں صداقت احمدیت جاگزیں ہوگئی۔ اس کے بعد تو میرے اندر دعوت الی اللہ کی ایک لَو لگ گئی۔ اور مَیں جماعت کے بارہ میں اپنے کلاس فیلوز اور شریعت کالج کے طلباء سے بلکہ کئی مولویوں سے بھی بات چیت کرنے لگا حتی کہ مَیں نے بعض علماء اور ایسے اشخاص کو بھی تبلیغ کی جن کے پاس ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں تھیں۔ لیکن مجھے میرے دلائل کا کسی طرف سے بھی کوئی شافی جواب نہ ملا۔

ختمِ نبوت پر مکالمہ

بیعت کرنے سے قبل میری گفتگو شریعت کالج کے ایک استاد کے ساتھ ہوئی۔ اس گفتگو کا اہتمام میرے ایک دوست نے مجھ پر ترس کھا کر اپنی دانست میں میری ’’ہدایت یابی‘‘ کے لئے کیا تھا۔ بات کی ابتدا ختم نبوت کے موضوع سے ہوئی۔

مَیں نے پوچھا: آپ کے نزدیک مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب: 41) کی کیا تفسیر ہے؟۔ استاد صاحب نے فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.
Contact: Anas A.Khan, John Thompson,
Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panal) **& David Wilson.**
Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel:020 8767 5005
Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- *24hrs Crime Line*: 07533667921

ﷺ کسی شخص کے باپ نہیں ہیں اور آپ کی نرینہ اولاد نہیں ہے۔

مَیں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ (الاحزاب:7) ۔یعنی نبی مومنوں پر اُن کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے اور اُس کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔ چنانچہ اگر نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں تو نبی کریم ﷺ ان کے روحانی باپ ہوئے۔ اس لحاظ سے آپ کا یہ کہنا تو کسی طور درست نہیں ہے کہ آپؐ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ پھر مَیں آپ کی بات کیسے مان لوں جبکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو فرما رہا ہے کہ: اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ(الکوثر:4) یعنی رسول کریم ہرگز نرینہ اولاد سے محروم یا ابتر نہیں ہیں بلکہ آپ کا دشمن ہی ابتر رہے گا۔ یہ بات سن کر استاد صاحب ہکّے بکّے رہ گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پایا۔اس کے بعد اگرچہ ہماری بات چیت ایک گھنٹہ تک جاری رہی لیکن وہ تسلی بخش دلائل پیش کرنے سے قاصر رہے۔

بیعت

انہی ایام میں ایک دفعہ مَیں شریعت کالج کے ایک ایسے طالبعلم سے تبلیغی گفتگو کر رہا تھا جو ہر سال اوّل پوزیشن لیتا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ کس حیثیت سے احمدیوں کے موقف کی حمایت کر رہے ہیں۔ کیا آپ ان میں سے ہیں؟ مَیں نے کہا آپ مجھے ان میں سے ہی سمجھیں۔ اس نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ حقیقی طور پر ان میں سے نہیں ہیں؟ مَیں نے کہا: نہیں بلکہ مَیں اپنے آپ کو اس جماعت کا ہی ممبر سمجھتا ہوں۔ چنانچہ اس گفتگو کے بعد مَیں نے 15ر ستمبر 2003ء کو بیعت کر لی جس کے بعد مجھے اپنے اندر ایسی قوت اور جوش محسوس ہونے لگا کہ مَیں نے اپنا کوئی دوست، کوئی جاننے والا نہ چھوڑا جس کے ساتھ جماعت کے بارہ میں بات نہ کی ہو، بلکہ مجھے خود پر قابو ہی نہ رہا تھا جس کی وجہ سے میرا دل چاہتا تھا کہ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے بارہ میں ساری دنیا کو بتا دوں۔ اسی لئے بعض اوقات کسی سے اتفاقاً ملاقات کے دوران، کبھی راہ چلتے مسافر کو اور کبھی کسی اجنبی جلیس کو بھی تبلیغ کرنے کا موقع مَیں ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ میری اس کیفیت نے میرے اردگرد بہت سے مخالف پیدا کر دیئے۔ پھر یوں ہوا کہ مجھے مختلف مولویوں اور مخالفین کی طرف سے دھمکیاں ملنی شروع ہوئیں اور بات یہاں تک پہنچی کہ مجھے علی الاعلان کافر و مرتد کے القاب دے کر واجب القتل قرار دیا جانے لگا۔ حالات کی سنگینی دیکھتے ہوئے مَیں نے اپنی سرگرمیاں روک دیں جسے مَیں کمزوری سمجھتا ہوں اور آج تک اس پر نادم ہوں کہ مَیں نے اپنے عقیدہ کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا دینے والے سابقون کے ساتھ ملنے کا موقع گنوا دیا۔

(باقی آئندہ)

الفضل انٹرنیشنل میں

اشتہار دے کر

اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

(مینیجر)

بینن کے گاؤں Zoukou میں احمدیہ مسجد کا بابرکت افتتاح

(رپورٹ: ناصر احمد محمود طاہر مبلغ سلسلہ بینن)

zoukou گاؤں 'کوتونو' سے 'بوئی کوں' اور 'ڈاسا' جانے والی شاہراہ پر بائیں جانب واقع ہے۔ یہ 4،5 ہزار کی آبادی پر مشتمل چھوٹا سا گاؤں شروع سے ہی مشرکین اور پھر عیسائی مذہب کی آغوش میں رہا ہے۔ مسلمانوں نے یہاں وعظ و تبلیغ تو کی مگر اوراس کے اردگرد کے گاؤں میں تو اسلام نفوذ کر پایا مگر یہاں نہیں۔ حتیٰ کہ مسلسل کوششوں کے بعد 2007ء میں ہمارے لوکل مشنری مکرم آلیو حسینی صاحب آف بینن کی تبلیغ میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی اور یہ لوگ جو مدتوں سے یسوع مسیح کے نام نہاد پجاری تھے اب مسیح موعودؑ کو ماننے کیلئے تیار ہوئے۔ شاید یہ ان کا ہی مقدر تھا کہ خدائے عزوجل نے انہیں صرف مسیح کی اطاعت کا جوا پہننے کیلئے ہی بنا رکھا تھا۔

بہرکیف 2007ء میں یہ لوگ احمدی مسلمان ہوئے اور پھر مسلسل جماعت کے ساتھ وفا کا تعلق بڑھتا گیا۔ ان کے قریب 15، 20 کلومیٹر تک کوئی بھی احمدیہ مسجد نہ تھی۔ انہیں جمعہ اور عیدین کیلئے بالخصوص بہت دشواری ہوتی۔ 2010ء کے اختتام پر جماعت نے یہاں مسجد تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا اور اس علاقہ کے ریجنل مبلغ سلسلہ مکرم عبدالقدوس صاحب کی زیرنگرانی جماعت کو بفضلہٖ تعالیٰ ایک خوبصورت مسجد کی تعمیر کی توفیق ملی جس کے اخراجات مکرم منیر احمد جاوید صاحب (پرائیویٹ سکریٹری) نے اپنی والدہ محترمہ مکرمہ مبارکہ بیگم صاحب کی طرف سے ادا کئے۔ (فجزاہ اللہ احسن الجزاء) اور اس مسجد کا افتتاح مورخہ 20ر جنوری 2011ء کو عمل میں آیا۔

افتتاحی تقریب

اس مسجد کے لئے افتتاحی تقریب کا آغاز ظہر کی نماز سے ہوا جس کے لئے محترم امیر صاحب بینن مکرم رانا فاروق احمد صاحب بینن کی مجلس عاملہ کے 3 افراد کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ نماز ظہر کے بعد مسجد کے ساتھ ہی ملحقہ علاقہ میں درختوں کے پتوں کے ساتھ شامیانہ ڈال کر پنڈال بنایا گیا تھا۔ وہاں اس تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جو مکرم الفا یوسف صاحب نے کی۔ بعدازاں قصیدہ بوئی ریجن کے اطفال نے پڑھا۔

تلاوت اور قصیدہ کے بعد وہاں پر آئے ہوئے بعض افسران نے تقاریر کیں۔

مکرم صدر جماعت ذوکو نے اپنی تقریر میں کہا کہ آج مَیں سب سے پہلے اپنے ربّ کا اور پھر اپنے پیارے خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا نیز جماعت احمدیہ کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے ہمیں اپنے ربّ کی عبادت بجالانے کیلئے مسجد مہیا کی۔ آج ہماری خوشی کی انتہا نہیں ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں اڑھائی تین صد افراد کا مجمع اس خوشی میں جمع ہوا ہے اور اس موقع پر مَیں ان سب سے یہی کہتا ہوں کہ خدا کے گھر کے ساتھ عبادت سے وابستہ ہو جاؤ۔ بہت سی برکات اور بھی خدا نازل کرے گا۔ اور اگر تم وفا کرو گے تو خدا کے انعامات اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ اور یہ بھی بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ مسجد صرف احمدیوں کی نہیں ہر ایک آکر اس میں عبادت کرسکتا ہے۔ اور اپنے واحد و یگانہ ربّ کو یاد کرسکتا ہے۔ اللہ ہمیں حقیقی عابد بنائے۔

zoukou گاؤں کے ایک بزرگ کی تقریر

جناب ہونو ہولیدو (Honou Holedo) صاحب گاؤں کے معمر ترین شخص تھے۔ انہوں نے اپنی نحیف آواز میں چند الفاظ یوں کہے کہ ''مَیں کچھ زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ صرف اور صرف اپنی خوشی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کا بے انتہا شکر ہے کہ مَیں نے اپنی زندگی میں اسی گاؤں میں جماعت کی برکت سے توحید کا گھر دیکھ لیا۔ اب جب مَیں مروں گا تو مَیں اپنے خدا سے کہوں گا کہ مَیں اپنے گاؤں میں تیرا گھر مسجد احمدیہ دیکھ کر آیا ہوں۔ اے خدا اب خالصتاً تیری عبادت شروع ہو چکی ہے۔ اب ہماری مغفرت فرما دے۔''

جناب Honou Holedu کے بعد جماعت کے نیشنل جنرل سیکرٹری صاحب مکرم بکری مصلحو صاحب نے اپنے خطاب میں لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ مسجد اس لئے نہیں بنائی جاتی کہ راہ گیر کہیں کہ یہاں پر بھی مسجد ہے اور وہاں پر بھی خانہ خدا بن چکا ہے۔ بلکہ مساجد کا قیام اس لئے کیا جاتا ہے کہ لوگ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکیں اور اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کرسکیں۔

عیسائی Selest مذہب کے نمائندہ کی تقریر

آپ نے اپنی تقریر میں فرانسیسی زبان کا ایک محاورہ Kanarie noir qui sort de Akassai blance (ہنڈیا کالی ہو کر ہی اچھا کھانا بناتی ہے یا کالی ہنڈیا میں سے سفید (اچھا) کھانا نکلتا ہے) دہرایا۔ آپ نے یہ فقرہ اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت اسلام پر ظلمت کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور احمدیت اس میں روشنی لے کر آئی ہے۔ اس وقت دیگر مسلمانوں کی حالت دہشت گرد کی ہے۔ ہر طرف مسلمان لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کا بازار گرم کئے بیٹھے ہیں۔ اس میں صرف احمدیت ہی ایسی جماعت اور تنظیم ہے جو اچھا کھانا بن کر (امن پسند تنظیم بن کر) ابھری ہے۔ اس کی لذت اور خوبصورتی کو قبول کرنا چاہئے۔

گاؤں کے چیف نمائندہ میئر کی تقریر

آپ نے جناب میئر صاحب کا سلام اور مبارکباد پہنچانے کے بعد کہا کہ ابھی ابھی آپ نے فرانسیسی زبان کی مثال سنی ''کہ اگرچہ ہنڈیا کا تلوا کالک سے بھرا ہوا ہوتا ہے مگر اس میں سفید اور خوب لذیذ کھانا بنتا ہے''۔ خوب اچھی مثال ہے۔ مگر اس میں مَیں یہ بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اگر ہنڈیا میں پکاتے وقت ڈوئی زور سے مارتے رہو گے تو ہنڈیا ٹوٹ جائے گی اور اس کا کالک کھانے میں مل جائے گا اور لذت جاتی رہے گی۔ اس لئے احتیاط بھی ضروری ہے۔

مَیں باقی مذاہب کو برسوں سے جانتا ہوں ان میں کیا کیا خرابیاں ہیں۔ احمدیت بھی یہاں نئی آئی ہے مگر یہ نیا مذہب نہیں اسے مَیں بھی سالوں سے جانتا ہوں۔ ان کی اعلیٰ خوبی یہ ہے کہ محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں۔ اگر ان کے مذہب کو قبول کیا ہے تو پھر اچھا رزلٹ حاصل کرنے کیلئے ان کے طریق کار کی پیروی کریں۔ ہاں اگر قبول کرنے کے بعد بھی اپنی مرضیاں کرتے پھرتے ہیں تو پھر ویسی ہی بات ہوگی کہ ہنڈیا میں ڈنڈا مار کر اس کی کالک کھانے میں داخل کر لینا۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو خوب سمجھیں اور ان کے سسٹم کی پیروی کریں تا کہ اچھی تربیت پائیں۔

اس کے بعد محترم امیر صاحب بینن نے تقریر کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک کے سلسلہ انبیاءؑ اور ان کی آمد کے ایک ہی مقصد توحید کو بڑی وضاحت سے بیان کیا اور پھر بتایا کہ شریعت اسلامی کا پہلا حکم ''یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ (البقرۃ:22) ہے۔ اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کے حوالہ سے ساتھ حقیقی عبادت کے مفہوم کو بیان کیا ہے اور آخر پر بتایا کہ اسلام اور جماعت احمدیہ میں مساجد کیوں تعمیر کی جاتی ہیں۔ ان کی غرض و غایت یہ بتائی کہ حقیقی عبادت بغیر نماز کی ادائیگی کے حاصل نہیں ہوسکتی اور نماز کی ادائیگی کیلئے اصل مقام خانہ خدا ہے۔

آپ کی تقریر کے بعد اختتامی دعا ہوئی اور اس تقریب میں شامل ہونے والے تمام احباب و خواتین میں کھانا تقسیم کیا گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کی تعمیر کے حقیقی مقصد کو کما حقہ پورا کرنے کی توفیق دے۔

۞۞۞۞۞۞

امداد طلباء

پسماندہ ممالک میں بہت سے والدین مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلا سکتے۔ ایسے مستحقین کے لئے جماعت میں ''امداد طلباء'' کے نام سے فنڈ قائم ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اس فنڈ میں سے مستحق طلباء کی مدد کی جاتی ہے۔ اس وقت دنیا کے مختلف ممالک کے ہزاروں طلباء اس فنڈ سے استفادہ کر رہے ہیں۔ جو مخیّر احباب اس کارِ خیر میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ احمدیہ مسلم جماعت (AMJ) کے نام اپنی رقوم/چیکس براہ راست یا اپنی جماعت کی معرفت وکالت مال لندن کو بھجوا سکتے ہیں۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)

خطبہ جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے اندر غیر معمولی تبدیلیاں پیدا کیں اور پھر آگے اپنی نسلوں میں بھی منتقل کرنے کی کوشش کی۔ خوش قسمت ہیں وہ نسلیں جنہوں نے اس فیض کو آگے چلایا۔

ایک ایسے ہی بزرگ جنہوں نے اپنے صحابی باپ دادا کے نام کو روشن کیا ان کا نام حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب تھا۔ یہ بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو جلیل القدر صحابہ کے پوتے اور نواسے تھے۔ تزکیۂ نفس کی جن خصوصیات کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر فرمایا ہے وہ اس بزرگ میں ہمیں نظر آتی ہیں۔

حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے تقویٰ، طہارت، عاجزی، انکساری، صبر، دعاؤں اور عبادات میں انہماک، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی، قرآن کریم سے محبت جیسے خصائل حمیدہ کا قابل رشک تذکرہ

اللہ کرے کہ ہمارے تمام بزرگوں کی اولادیں، صحابہ کی اولادیں ہمیشہ اپنے والدین کے، اپنے آباؤ اجداد کے نمونے دیکھنے والی ہوں اور نیک نسل کو آگے چلانے کے لئے دعا اور اپنے عمل سے کوشش کرنے والی ہوں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 11/مارچ 2011ء بمطابق 11/امان 1390 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّا کَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانے کو دیکھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بڑے سیدھے سادے ہوتے تھے۔ جب ایک برتن کو مانجھ کر صاف کر دیا جاتا ہے، پھر اُس پر قلعی ہوتی ہے اور پھر نفیس اور مصفّٰی کھانا اُس میں ڈالا جاتا ہے یہی حالت اُن کی تھی۔ اگر انسان اس طرح صاف ہو اور اپنے آپ کو قلعی دار برتن کی طرح منور کرے تو خدا تعالیٰ کے انعامات کا کھانا اُس میں ڈالا جاوے گا‘‘۔ فرمایا ’’لیکن اب کس قدر انسان ہیں جو ایسے ہیں؟‘‘۔

(البدر جلد 2 نمبر 23 مورخہ 26 جون 1903ء صفحہ 177 کالم نمبر 1)

اسی کی ایک اَور روایت ہے جس کا ورژن (Version) دوسرے اخبار میں یہ ہے کہ برتن کی مثال دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ’’جس طرح برتن صاف ہوتا ہے ایسے ہی اُن لوگوں کے (یعنی صحابہ کے) دل تھے جو کلامِ الٰہی کے انوار سے روشن اور کدورتِ انسانی کے زنگ سے بالکل صاف تھے۔ گویا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا (الشمس:10) کے سچے مصداق تھے‘‘۔

(الحکم جلد 7 نمبر 24 مورخہ 30 جون 1903ء صفحہ 10 کالم نمبر 2)

پس یہ انقلاب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں میں پیدا فرمایا جو دشمنیوں اور کینوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ ایک دفعہ کی دشمنی نہ صرف یہ کہ سالوں چلتی تھی بلکہ نسلوں تک چلتی تھی۔ لیکن جب ایمان لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے کامل عبد بننے کی کوشش کی۔ قرآنِ کریم کو پڑھا، سمجھا اور اپنے پر لاگو کیا اور اس الٰہی کلام کے نور سے اپنے دلوں کو منور کیا تو پھر ایسے مصفّٰی ہو گئے جیسے قلعی کیا ہوا برتن چمکتا ہے۔

یہاں رہنے والوں کو یا بعض لوگوں کو شاید قلعی کا صحیح اندازہ نہ ہو کہ برتن کو قلعی کرنے کا طریق کیا ہے؟ پُرانے زمانے میں تانبے اور دھاتوں کے برتن ہوتے تھے اور کچھ عرصے بعد انہیں قلعی کروانا پڑتا تھا۔ پاکستان میں اور ہندوستان میں رہنے والے لوگوں کو تو اندازہ ہوگا کہ کس طرح قلعی ہوتی ہے اور خاص طور پر جو ہمارے لنگر خانوں میں ڈیوٹی دینے والے ہیں اُن کو بھی اندازہ ہے کیونکہ جلسہ سالانہ میں دیگیں قلعی کروائی جاتی ہیں۔ قلعی کے لئے پہلے برتن کو آگ میں ڈالا جاتا ہے پھر اُس پر نوشادر یا کچھ کیمیکل ملے جاتے ہیں یا مَل کے آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ بہر حال اُس کے بعد پھر ایک سفید چمکدار دھات ہوتی ہے وہ اُس پر مَلی جاتی ہے۔ جب اچھی طرح اُس کا گند پہلے سے اتارا جائے اور پھر یہ دھات مَل کے اُس کو ایک کپڑے سے اچھی طرح پالش کیا جائے تو پھر وہ برتن اس طرح بالکل صاف شفاف اور چمکدار ہو جاتا ہے جیسے چاندی کا برتن ہو۔

مَیں نے یہ وضاحت اس لئے کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ قلعی کئے ہوئے برتن کی جو مثال دی ہے، یہ کوئی عام کوشش نہیں ہے بلکہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد مزید چمکانے کے لئے آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ ایک پراسس (Process) ہے اُس میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایک عمل ہے اُس میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تو آپ کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان جب اُس مقام پر پہنچتا ہے یا پہنچنا چاہتا ہے جب کلامِ الٰہی کے نور سے حقیقی رنگ میں منور ہو تو ایک تکلیف سے، ایک محنت سے یا تکلیف دہ محنت سے گزرنا پڑتا ہے، تب ایک انسان اُس فلاح کے مقام کو حاصل کرتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ اس نے فلاح حاصل کر لی جو پاک ہو گیا۔

جب تزکیہ نفس ہو یا تزکیہ نفس کرنے کی کوشش ہو تو اس کے لئے ایک محنت درکار ہے۔ اس زمانہ میں آخرین کو پہلوں سے ملانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بھی اپنے آقا کی غلامی میں اس لئے مبعوث ہوئے کہ زنگ آلود دلوں کو مصفّٰی کرنے کا طریق بتا کر ان برتنوں کو کلامِ الٰہی کے نور سے منور کر دیں۔ آپ کے صحابہ میں ہم جس کو بھی دیکھتے ہیں یہ مثالیں ہمیں نظر آتی ہیں۔ اُن کے دل نور سے بھرے ہوئے تھے اور تقویٰ سے زندگی گزارنے والے تھے۔ پس یہ عمل ہی ہے جس کو کر کے ہم اللہ تعالیٰ کا قرب پا سکتے ہیں، اپنے نفس کا تزکیہ کر سکتے ہیں۔

اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’تم لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ تزکیہ نفس کس کو کہا جاتا ہے۔ سو یاد رکھو کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہئے اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات میں وَحْدَهٗ لَا شَرِیْک سمجھتا ہے ایسے ہی عملی طور پر اُس کو دکھانا چاہئے اور اُس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ملائمت سے پیش آنا چاہئے۔ اور اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بُغض، حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہئے۔ اور دوسروں کی غیبت کرنے سے بالکل الگ ہو جانا چاہئے‘‘۔ فرمایا کہ ’’خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں ایک وجود کی طرح بن جاؤ اور جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے اُس وقت کہہ سکیں گے کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کر لیا‘‘۔ (ملفوظات جلد نمبر 5 صفحہ 407 جدید ایڈیشن)

فرمایا کہ ’’دنیا میں انسان کو جو بہشت حاصل ہوتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا (الشمس:10) پر عمل

کرنے سے ملتا ہے۔ جب انسان عبادت کا اصل مفہوم اور مغز حاصل کرلیتا ہے تو خدا تعالیٰ کے انعام واکرام کا پاک سلسلہ جاری ہوجاتا ہے اور جونعمتیں آئندہ بعدمُردنِ ظاہری، مَرئی اور محسوس طور پر ملیں گی وہ اب روحانی طور پر پاتا ہے''۔

(الحکم جلد6نمبر26مورخہ24جولائی1902ء صفحہ9کالم نمبر3)

(یعنی جونعمتیں مرنے کے بعد ملنی ہیں اور جومحسوس بھی ہوں گی وہ روحانی طور پر اس دنیا میں مل جاتی ہیں)۔

پس یہ وہ اصل مقصد ہے جس کے لئے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے کہ انسانوں میں پاک تبدیلیاں لاکر روحانی نعمتوں کو حاصل کرنے والا بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس اَصل اور مقصد کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس حقیقت کو جانا اور اپنے نفسوں کے تزکیہ کے لئے کوشش کی اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوئے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے اندر غیر معمولی تبدیلیاں پیدا کیں اور پھر آگے اپنی نسلوں میں بھی منتقل کرنے کی کوشش کی۔ خوش قسمت ہیں وہ نسلیں جنہوں نے اس فیض کو آگے چلایا۔

اس وقت مَیں ایک ایسے ہی بزرگ کا ذکر کرنے لگا ہوں جنہوں نے اپنے صحابی باپ دادا کے نام کو روشن کیا۔ تزکیہ نفس کی جن خصوصیات کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر فرمایا ہے وہ اس بزرگ میں ہمیں نظر آتی ہیں۔ میرا اس بزرگ سے بڑا قریبی تعلق تھا اور ہے۔ یہ بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو جلیل القدر صحابہ کے پوتے اور نواسے تھے۔ گزشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ ان کا نام حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب تھا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا، اُن کے دادا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے جن کا نام حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب تھا جو تقویٰ، طہارت، عاجزی اور انکساری اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ جن کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک روایت درج کی ہے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب نے (خود) مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّلؓ سخت بیمار ہوگئے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب وہ حضور کے مکان میں رہتے تھے۔ حضور نے بکروں کا صدقہ دیا۔ مَیں اُس وقت موجود تھا، (یعنی ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب موجود تھے۔) مَیں رات کو حضرت خلیفہ اوّلؓ کے پاس ہی رہا اور دوا پلاتا رہا۔ صبح کو حضور تشریف لائے (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے)۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا (کچھ صحت بہتر ہوگئی تھی) کہ حضور! ڈاکٹر صاحب ساری رات میرے پاس بیدار رہے ہیں اور دوا وغیرہ اہتمام سے پلاتے رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے ہم کو بھی اِن پر رشک آتا ہے۔ یہ بہشتی کنبہ ہے۔ یہ الفاظ چند بار فرمائے۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم صفحہ 545روایت نمبر563)

حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب جو سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے دادا تھے۔ اُن کی وسعتِ حوصلہ اور صبر کا ایک واقعہ ہے۔ پہلے بھی کئی دفعہ بیان ہوچکا ہے۔ آپ ایک شخص کو تبلیغ کر رہے تھے۔ مسجد میں بیٹھے تھے۔ اُس وقت آپ سرکاری ہسپتال میں سول سرجن تھے اور سِول سرجن اس زمانہ میں ایک بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔ تو اس شخص سے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور دعویٰ پر بحث ہو رہی تھی تو اس نے ایک وقت میں غصے میں آکر پکّی مٹی کا لوٹا اُٹھا کے آپ کی طرف زور سے پھینکا یا سر پہ مارا۔ بہرحال ماتھے پر لگا اور سر پھٹ گیا جس سے اِن کا خون بہنے لگا۔ تو حضرت ڈاکٹر صاحب بغیر کچھ کہے وہاں سے سر پہ ہاتھ رکھ کے ہسپتال چلے گئے۔ وہاں جا کے پٹّی کروائی اور اس دوران میں اُس شخص کو بھی احساس ہوا کہ یہ مَیں نے کیا کیا؟ یہ تو بڑے سرکاری افسر ہیں اور پولیس آئے گی اور مجھے پکڑ کے لے جائے گی۔ بڑا خوفزدہ تھا۔ لیکن دیکھا کہ تھوڑی دیر بعد حضرت ڈاکٹر صاحب سر پہ پٹّی باندھے واپس تشریف لے آئے اور اُس شخص سے کہا کہ مجھے امید ہے تمہارا غصہ ٹھنڈا ہوگیا ہوگا۔ اب دوبارہ بات کرتے ہیں۔ اِس عرصے میں وہ شخص کہتا ہے کہ میرا تو پہلے ہی بُرا حال تھا تو میں اُن سے معافیاں مانگنے لگ گیا اور اُس وقت شرمندگی سے بھی اور خوف سے بھی میری حالت عجیب تھی۔

(ماخوذ از کتاب'' حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب''صفحہ 62۔ مؤلفہ احمد طاہر مرزا شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

تو یہ صبر کا نمونہ تھا جو باوجود اختیار ہونے کے ڈاکٹر صاحب نے دکھایا۔ اور یہ اعلیٰ اخلاق وہی دکھا سکتا ہے جس نے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کی ہو۔ حقیقی رنگ میں تزکیہ نفس ہو۔ بہرحال یہ حضرت ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحبؓ جیسا کہ مَیں نے کہا سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے دادا تھے۔ اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب ڈاکٹر صاحب کے بیٹے حضرت حافظ سید محمود اللہ شاہ صاحب کے دوسرے بیٹے تھے۔

اِن لوگوں کے بارہ میں حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے معالجِ خاص تھے، اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ'' چوتھے فرزند اِس مقدس جوڑے کے (یعنی حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب اور اُن کی اہلیہ کے) حضرت حافظ سید محمود اللہ شاہ صاحب تھے جو نہایت بااخلاق بزرگ تھے۔ آپ نہ صرف خدا تعالیٰ کے ساتھ عشق و محبت کا خاص تعلق رکھتے تھے بلکہ خیرخواہیٔ خلق کا جذبہ بھی اعلیٰ درجہ کا پایا جاتا تھا۔ آپ کی محبت کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ بزرگوں کا ادب کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا آپ کا خاصہ تھا۔ آپ کی دعاؤں کے صدقے آپ کے بیٹے بھی نیک اور پارسا ہیں''۔ (یعنی آپ کے دونوں بیٹے جن میں سے ایک سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور دوسرے سید مسعود مبارک شاہ صاحب ہیں)

سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ'' اِن میں ایک خوش بخت وہ بھی ہیں جن کے نکاح میں حضرت المصلح الموعود نے اپنی ایک لختِ جگر دے دی اور اللہ تعالیٰ نے اِس جوڑے کو چھ بچے عطا فرمائے۔

(الفضل ربوہ 3/فروری 1962ء۔ بحوالہ کتاب ''حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب'' صفحہ 60۔مؤلفہ احمد طاہر مرزا شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب کے یہ بیٹے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دامادی میں آئے، یہ سید داؤد مظفر شاہ صاحب تھے اور انہوں نے بھی اپنے باپ دادا کی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی خصوصیات بہت زیادہ لی ہوئی تھیں۔ عبادت میں شغف، قرآنِ کریم سے محبت، عاجزی اور انکساری، ہر ایک سے نہایت ادب اور احترام سے ملنا یہ آپ کا خاصّہ تھا۔ بلکہ اپنی اہلیہ کے چھوٹے بھائیوں کی بھی غیر معمولی عزت اور احترام اس لئے کرتے تھے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں۔ بعض دفعہ قریبی تعلقات میں اونچ نیچ ہوجاتی ہے لیکن جب بھی آپ سمجھتے کہ ماحول خراب ہو رہا ہے تو نہ صرف خاموش ہوجاتے بلکہ اِن چھوٹوں کے ساتھ بھی اس طرح عزت اور احترام کا سلوک کرتے کہ بات بڑی خوش اسلوبی سے ختم ہوجاتی یا وہاں سے اُٹھ کے چلے جاتے۔ بلکہ مَیں نے دیکھا ہے کہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے خاص طور پر آپ کی جو اولاد تھی، اُس کی آگے اولادوں کی بھی اِس طرح عزت و احترام کیا کرتے تھے کہ عجیب لگا کرتا تھا۔ صرف اس لئے کہ اُن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خون کا رشتہ ہے۔ بعض دفعہ دوسروں کے لئے اِن کے عزت و احترام کو دیکھ کر مَیں خود بھی محسوس کرتا تھا کہ یہ ضرورت سے زیادہ احترام کرتے ہیں جو میرے خیال میں اُن حالات میں مناسب نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جو نیکی اور شرافت آپ کی سرشت میں تھی اُس کا تقاضا یہی تھا کہ ایسے عمدہ اخلاق کا نمونہ آپ دکھائیں۔

سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور اُن کی اہلیہ سیدہ امۃ الحکیم بیگم صاحبہ، یہ بھی ایک خوب اللہ ملائی جوڑی تھی۔ نیکیوں کے بجالانے اور اعلیٰ اخلاق دکھانے میں یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ گھروں میں میاں بیوی کی بعض دفعہ اس لئے اَن بَن ہوجاتی ہے کہ یہ خرچ کیوں ہوگیا؟ وہ خرچ کیوں ہوگیا؟ اِس جوڑے کی اِن دنیاوی خرچوں کی طرف تو سوچ ہی نہیں تھی۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ اِن کی کوشش ہوتی تھی کس طرح کسی ضرورتمند کی مدد کی جائے۔ اگر میاں نے کوئی مدد کی ہے تو بیوی کہتی کہ اور کردینی چاہئے تھی۔ اگر بیوی نے کی ہے تو میاں کہتا کہ اگر میرے پاس اور مال ہوتا تو مَیں مزید دے دیتا۔ حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب نے خود بیان کیا کہ سیدہ امۃ الحکیم بیگم صاحبہ جن کی آٹھ نو سال پہلے وفات ہوئی ہے، وفات کے بعد وہ کئی دفعہ مجھے خواب میں آکے کہتی ہیں کہ فلاں غریب کی اتنی مدد کردو اور فلاں کو اتنا صدقہ دے دو اور شاہ صاحب فوراً اُس کو عملاً پورا کردیتے تھے۔ جو بھی اُن کی آمد ہوتی تھی اپنے پر تو کم ہی خرچ کرتے تھے دوسروں کو دے دیا کرتے تھے۔ دونوں میاں بیوی کو مَیں نے دیکھا ہے اور بعض لوگوں نے بھی مجھے بتایا ہے کہ اُن کے پاس اگر ہزاروں بھی آتا تھا تو ہزاروں بانٹ دیا کرتے تھے۔ یہ پرواہ نہیں کی کہ ہمارے پاس کیا رہے گا؟

مَیں نے جب اُن کی زمینوں کا انتظام سنبھالا ہے تو جیسے ہمارے زمینداروں کا طریق ہوتا ہے کہ سال کی گندم چاول وغیرہ فصل کی کٹائی کے بعد گھر کے خرچ کے لئے جمع کرلی جاتی ہے۔ تو پہلے سال جب مَیں نے سیدۃ امۃ الحکیم صاحبہ سے پوچھا کہ کتنی گندم چاہئے۔ تو انہوں نے مجھے کہا کہ ایک سو بیس مَن۔ مَیں نے کہا کہ آپ کے گھر کا خرچ تو زیادہ سے زیادہ بیس، پچیس، تیس مَن ہوگا۔ تو انہوں نے کہا کہ میرا یہی خرچ ہے کیونکہ مَیں نے بہت سے غریبوں کو بھی گندم دینی ہوتی ہے۔ کئی لوگوں کی سالانہ گندم لگائی ہوئی تھی۔ یہی حال حضرت شاہ صاحب کا تھا۔

سید داؤد مظفر شاہ صاحب میرے خالو بھی تھے اور خسر بھی۔ اُن کی بے شمار خوبیاں تھیں۔ اُن کی خوبیوں یا اپنی خالہ کی خوبیوں کا مَیں اس لئے ذکر نہیں کر رہا کہ قرابت داری تھی، رشتے داری تھی یا دامادی کی وجہ سے تعلق تھا۔ اُن دونوں کو مَیں نے بچپن سے ہی اس طرح دیکھا ہے جس کا طبیعت پر بڑا اثر تھا۔ خاموش، دعا گو، بچوں سے بھی ہنس کے ملنا، خوش اخلاقی سے ملنا، عزت و احترام دینا اور ہر قسم کی دنیاداری کی باتوں سے پاک تھے۔ ہمارے ایک عزیز نے لکھا اور بڑا صحیح لکھا کہ سید داؤد مظفر شاہ صاحب بہت پیارے وجود تھے۔ خاموش، دعا گو اور ہر وقت زیرِلب دعاؤں میں مصروف۔ دُکھ درد میں دوسروں کے کام آنے والے اور عبادت میں گہرا شغف رکھنے والے تھے۔

آپ کی بعض اور خصوصیات اور آپ سے اللہ تعالیٰ کے سلوک کا بھی ذکر کروں گا لیکن پہلے ننہال کے بارہ میں بتا دوں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ننہال بھی، اِن کے نانا حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابی تھے جو جماعت میں بزرگی کا ایک مقام رکھتے ہیں۔ بڑا لمبا عرصہ مفتیٔ سلسلہ بھی رہے۔ آپ کی نمازوں کی لمبائی اور گہرائی کا پُرانے بزرگ بڑا ذکر کرتے ہیں۔ سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں کسی نے لکھا کہ حضرت مولوی صاحب ایک دفعہ مسجد میں کھڑے سنّتیں پڑھ رہے تھے یا نفل پڑھ رہے تھے اور بڑی دیر سے ایک ہی نیت باندھ کے، ایک کونے میں لگے ہوئے کھڑے تھے۔ کہتے ہیں کہ کافی وقت گزر گیا تو تجسّس پیدا ہوا کہ جا کر دیکھوں یہ کس طرح نماز پڑھتے ہیں؟ تو وہ شخص جب اُن کے قریب گیا تو دیکھا کہ ہلکی آواز میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن (الفاتحہ:5) بار بار دہرائے جا رہے ہیں اور بڑا لمبا عرصہ اُسی طرح دہراتے رہے۔ حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ باجماعت نمازیں بھی پڑھایا کرتے تھے، امامت کروایا کرتے تھے اور باجماعت نمازیں بھی اِن کی بہت لمبی ہوا کرتی تھیں۔ بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا سید داؤد مظفر شاہ صاحب اِن کے نواسے تھے۔

دعاؤں میں اور اعلیٰ اخلاق میں اعلیٰ معیار سید داؤد مظفر شاہ صاحب کو دونوں طرف سے ورثہ میں ملا تھا۔ بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنا اور اُسے نبھانا بھی کسی کسی کا کام ہے، ہر کوئی نہیں کرتا۔ لیکن سید داؤد مظفر شاہ صاحب نے اسے خوب نبھایا۔ یہ اُن بزرگوں میں سے تھے جن کو جب دعا کے لئے کہہ دو تو اُس وقت تک دعا کرتے رہتے تھے جب تک وہ خود آ کر نتائج سے آگاہ نہ کر دے۔ مجھے خود بھی پتہ ہے اور بعضوں نے مجھے لکھا بھی کہ اکثر کہتے تھے کہ لوگ دعا کے لئے کہتے ہیں اور پھر بتاتے نہیں کہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ سال بعد یا کئی مہینوں بعد پتہ چلتا ہے کہ وہ تو عرصہ ہوا اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گیا۔ لیکن یہ اُس شخص کے لئے دعائیں کرتے چلے جا رہے تھے۔ کوئی ذرا سی بھی اِن کی خدمت کر دیتا تو اُس کے ممنونِ احسان ہو جاتے اور بڑی باقاعدگی سے پھر اُس کے لئے نام لے کر دعا کیا کرتے تھے۔ جن جن ڈاکٹروں نے اُن کی خدمت کی ہے اُن کے لئے تو بہت دعائیں کرتے تھے۔ مکرم ڈاکٹر نوری صاحب ربوہ آنے سے پہلے بھی جب بھی ربوہ آتے تھے، اگر اُن کو سید داؤد مظفر شاہ صاحب کو دیکھنے کے لئے بلایا جاتا یا اُن کی کسی بیماری کے بارہ میں کہا جاتا تو ضرور آ کے دیکھا کرتے تھے۔ اور شاہ صاحب بھی اُن کے لئے پھر بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دعائیں ہمیشہ جاری رکھے کیونکہ ڈاکٹر صاحب بھی بڑے نافع الناس وجود ہیں۔ اِسی طرح ڈاکٹر عبدالخالق صاحب بھی باقاعدہ حضرت شاہ صاحب کے علاج کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک لمبے عرصے سے سید داؤد مظفر شاہ صاحب دل کے مریض تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ زیادہ طبیعت بگڑ گئی اور ڈاکٹروں کو بلانا پڑا تو ڈاکٹر خالق صاحب فوراً پہنچتے تھے۔ ڈاکٹر خالق صاحب نے مجھے لکھا کہ جب بھی مَیں اُن کی بیماری میں جاتا تھا یا وہ ہسپتال میں داخل ہوتے تھے تو ہمیشہ ڈاکٹر صاحب کو کہا کرتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب دعا کریں کہ کبھی ایسا وقت نہ آئے جب دعا اور عبادت سے محروم رہ جاؤں۔ اور میرا انجام بخیر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انجام بخیر کی تو بعض لوگوں کو خوابیں بھی دکھائیں۔ اُن کے ایک بھتیجے نے ہی دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ آئے ہیں (چند دن پہلے کی بات ہے) اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ خود انہوں نے بھی دیکھا۔ یہ ایک لمبی خواب ہے لیکن اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک کُرسی اُن کے لئے مخصوص کی ہوئی ہے۔ ایک خاتون جو اُن کو زیادہ نہیں جانتی تھیں، اُنہوں نے بھی دیکھا جس کا خلاصہ یہ ہے (ایک لمبی خواب ہے) کہ اُن کے دل میں (اُس خاتون کے دل میں) خواب میں ہی ڈالا جاتا ہے کہ شاہ صاحب ایک بڑے بزرگ ہیں۔ ایسے بزرگ جن کا خدا تعالیٰ کے پاس ایک بڑا مقام ہے۔ خود بھی انہوں نے ایک دفعہ یہ خواب دیکھی کہ اُن کی اہلیہ سیدہ امۃ الحکیم بیگم صاحبہ ایک جگہ ہیں جو بہت اونچی جگہ ہے۔ وہ وہاں بہت خوش ہیں اور آپ کو کہتی ہیں کہ آپ بھی آ جائیں۔ تو اس پر کسی فرشتے نے یا خدا تعالیٰ نے کہا۔ آواز آتی ہے کہ یہ ابھی نہیں آئے گا کیونکہ اس نے ابھی کچھ دعائیں کرنی ہیں۔

دعاؤں اور عبادت میں شغف تو اِن کو اپنے دادا کی تربیت کی وجہ سے بھی ہوا۔ نانا کی صحبت کی وجہ سے بھی ہوا۔ دادا کے پاس یہ رہتے تھے۔ حضرت سید ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب آخری عمر میں جب بہت زیادہ کمزور ہو گئے تو آپ نمازوں کے لئے مسجد نہیں جایا کرتے تھے لیکن گھر پر نماز باجماعت کا اہتمام فرماتے تھے اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب سے امامت کروایا کرتے تھے۔ اُس وقت اُن کی عمر سترہ سال تھی۔ سید داؤد مظفر شاہ صاحب اس بارہ میں خود اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ "حضرت شاہ جی (یعنی ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب) کی آخری عمر کے حصے میں مَیں نے اکثر ان کو نمازیں باجماعت پڑھائی تھیں۔ خصوصاً جمعہ کی نمازیں۔ وہ نماز باجماعت کے بڑے ہی پابند تھے۔ جب تک صحت مند رہے مسجد میں جا کر نمازیں پنجوقتہ ادا کیا کرتے تھے۔ جب چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو پھر نمازیں گھر میں ہی باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اس کے لئے ایک مسجد نما تھڑا گھر کے اندر اور ایک مسجد نما چبوترا باہر باغ کے اندر بنوایا تھا۔ وہاں مغرب کی نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اِس نماز میں باہر کے چند دوست آ کر شریک ہوا کرتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد عموماً روزانہ حضرت شاہ جی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظمیں سنایا کرتے تھے"۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ایک دفعہ جمعہ کی نماز مَیں نے نہیں پڑھائی، مسجد اقصیٰ میں پڑھنے چلا گیا۔ واپس آیا تو حضرت شاہ جی (بڑے) ناراض ہوئے۔ کہنے لگے تم نے مجھے نماز نہیں پڑھائی۔ تمہارا ابّا آئے گا (یعنی ان کے والد سید محمود اللہ شاہ صاحب جو افریقہ میں تھے) تو مَیں تمہاری شکایت کروں گا"۔

اُس کے بعد پھر شاہ صاحب (حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب) کچھ عرصے بعد ہی وفات پا گئے۔

سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ایک خاص سلوک تھا۔ دنیا اُن کا مقصود نہیں تھا۔ اِس لئے کوئی غیر معمولی مالی کشائش تو بے شک نہیں تھی۔ جو تھا اُس پر بھی شکر تھا۔ اور اس میں سے بھی غریبوں اور ضرورتمندوں کی مدد اس حد تک کرتے تھے جو اکثر بڑی بڑی رقموں والے اور پیسے والے نہیں کرتے۔ اُن کی ایک بہو جو اُن کے ساتھ ہی رہتی تھیں (اُن کے بیٹے صہیب کی بیوی) کہتی ہیں کہ جب کوئی رقم آتی تو آخری عمر میں نظر کی زیادہ کمزوری کی وجہ سے خود حساب کتاب نہیں لکھ سکتے تھے اس لئے مجھ سے (اپنی بہو سے) حساب کرواتے اور فرماتے تھے کہ پہلے تو وصیت کا حصہ نکالو، پھر یتیموں کا کچھ حصہ نکالو، پھر غریب طلباء کا حصہ نکالو اور نادار مریضوں کے علاج کے لئے نکالو، اس کے بعد اگر کوئی رقم بچ گئی تو اپنی ضرورت کے لئے رکھتے تھے۔ اور دوسرے مجھے بھی علم ہے کہ جماعتی تحریکات میں، وقفِ جدید، تحریکِ جدید اور تحریکات میں بڑا بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ اِن کے بچے بتاتے ہیں کہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ بچوں کو پوچھتے تمہیں کوئی پریشانی ہے؟ جب کہ اُن کے سامنے کوئی ذکر نہیں ہوا ہوتا تھا اور چند سال سے نظر بھی جیسا کہ مَیں نے کہا اتنی گِر گئی تھی کہ چہرے کے تاثرات سے بھی دیکھ کر اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ کیا پریشانی ہے؟ بلکہ ان کے بیٹے محمود نے مجھے لکھا کہ بعض دفعہ پریشانی کے حالات ہوتے تھے تو ایک دو دن بعد ابّا پوچھتے تھے کہ فلاں شخص سے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی۔ اور یہ ایسی باتیں ہوتی تھیں جو حقیقت میں سچ ہوتی تھیں اور سوائے خدا کے انہیں اور کوئی نہیں بتا سکتا تھا۔ اور پھر آپ کو دعا کی تحریک ہوتی جس سے آسانیاں پیدا جاتیں۔ اسی طرح ان کی بہو نے لکھا کہ میری بعض پریشانیاں تھیں۔ مجھے کہتے کہ تمہیں فلاں فلاں پریشانی ہے، حالانکہ ان کے پاس کبھی ذکر نہیں ہوا اور پھر اللہ کے فضل سے اُن کی دعا سے وہ پریشانی دور ہو جاتی۔

قرآنِ کریم سے بھی اُن کو ایک عشق تھا۔ روزانہ کئی سپارے پڑھ جاتے تھے۔ پانچ چھ سپارے کم از کم، بلکہ بعض دفعہ سات آٹھ۔ اور اس وجہ سے ایک بڑا حصہ یاد بھی تھا۔ مجھے ایک دفعہ رمضان میں کہنے لگے کہ نظر کمزور ہو رہی ہے۔ آنکھوں پر بڑا بوجھ پڑتا ہے۔ اب مَیں زیادہ قرآنِ کریم پڑھ نہیں سکتا جس کی مجھے بڑی تکلیف ہے۔ تو مَیں نے اپنے خیال میں بڑی دُور کی چھلانگ لگا کر کہا کیا فرق پڑتا ہے ایک دو سپارے تو آپ اب بھی پڑھ ہی لیتے ہوں گے۔ تو کہتے ہیں نہیں ابھی بھی، اس حالت میں بھی مَیں تین چار سپارے تو پڑھ ہی لیتا ہوں۔ تو یہ قرآنِ شریف سے اُن کا عشق تھا۔ جب مَیں نے کہا اتنا پڑھ لیتے ہیں تو پھر کیا حرج ہے۔ لیکن انہیں یہ بے چینی تھی کہ رمضان میں تو ہر وقت قرآنِ کریم مطالعہ میں رہنا چاہئے۔ اور آخری عمر میں دو تین سال پہلے تک جیسا کہ مَیں نے کہا نظر کی کمزوری کی وجہ سے بالکل ہی نہیں پڑھ سکتے تھے تو پھر جو حصہ یاد ہوتا تھا وہ پڑھتے تھے بلکہ سارا ہی یاد تھا۔ لیکن اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ اپنے پیار کا عجیب سلوک فرمایا۔ اپنے پوتے کو ایک دن کہنے لگے کہ قرآنِ کریم دیکھ کے تو مَیں پڑھ نہیں سکتا لیکن جب مَیں پڑھتا ہوں، یاد حصہ پڑھنا شروع کرتا ہوں اور جہاں بھول جاتا ہوں وہاں کوئی فرشتہ آ کے مجھے وہ حصہ یاد کروا جاتا ہے، پڑھا جاتا ہے۔ وہ دوہراتا ہے اور مَیں پیچھے دوہرا دیتا ہوں۔

اُن کے بڑے بیٹے کا مکان ربوہ میں بن رہا تھا تو بار بار اپنے بچوں سے پوچھتے تھے، کہاں تک پہنچا ہے؟ ایک دن اپنی چھوٹی بہو کو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مولود کا گھر دکھا دیا ہے۔ اور پھر نقشہ بتایا کہ یہاں یہ کمرہ ہے۔ اس طرح اُس کا نقشہ ہے۔ اور بغیر دیکھے بالکل وہی نقشہ تھا جو بن رہا تھا۔ ان کو سمجھایا بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ سمجھایا جا سکے۔ کوئی انہیں سمجھا سکے کہ کس طرح نقشہ ہے کیونکہ نظر بھی بہت کمزور تھی۔

اُن کے بچوں کے سپرد جو بھی جماعتی کام ہوتا اُس کے لئے بہت دعا کرتے۔ میرے ساتھ بھی دامادی کے بعد ایک خاص تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ میرے ذاتی اور جماعتی کاموں کے لئے بھی بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔ اور خلافت کے بعد تو اس تعلق میں ایک عقیدت، احترام اور دعاؤں کے لئے بہت زیادہ درد پیدا ہو گیا تھا۔ جلسوں، تقریروں وغیرہ کی کامیابیوں کے لئے بہت دعا کیا کرتے تھے۔ ایسے بزرگ تھے جن کی دعاؤں کی قبولیت کا احساس ہو رہا ہوتا تھا۔ ہر دورے پر ایک خاص توجہ کے ساتھ میرے لئے دعا کیا کرتے تھے۔

ہمارے محلے کے بعض خدام جو ہمارے عزیزوں، بچوں میں سے ہی ہیں، رات کو محلے کی ڈیوٹیاں دیا کرتے تھے۔ 74ء میں حالات خراب ہوئے یا 74ء میں شاید یہ سندھ تھے۔ خاص طور پر 84ء میں جب حالات زیادہ خراب ہوئے، تو رات کو محلّے کی ڈیوٹیاں ہوتی تھیں۔ لڑکوں کو جاگنے کے لئے چائے کی عادت تھی، چائے پیا کرتے تھے تو اِن کا گھر ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ بچے آتے تھے، کچن سے چائے بنائی اور لے گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لڑکے ڈیوٹی دے رہے ہیں اور چائے بھی پیتے ہیں تو رات خود اڑھائی بجے چائے بنا کر کھانے کی میز پر رکھ دیا کرتے تھے تا کہ اُن کو تکلیف نہ ہو اور وہ آ کر لے جایا کرتے تھے۔ اِسی طرح کیونکہ رات کو بھی جلدی سونے کی عادت تھی اور پھر ڈیڑھ بجے اُٹھ جایا کرتے تھے۔ سوتے بھی تھوڑا ہی تھے۔ تہجد کے لئے اُٹھ جایا کرتے تھے اور اپنے لئے چائے بناتے تھے اور پھر ہماری خالہ کے لئے چائے بنا کے اُن کو تہجد کے لئے جگاتے۔ اسی طرح جب اِن کا چھوٹا بیٹا جامعہ میں داخل ہوا ہے تو اس کو باقاعدہ تہجد کے لئے اُٹھاتے اور اُس کو کہتے تمہاری چائے تیار ہے۔ چائے پیو اور تہجد پڑھو۔

جوانی سے ہی آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک سلوک رہا ہے۔ سندھ میں رہے ہیں۔ وہاں چھوٹے چھوٹے واقعات تو مختلف ہوتے رہتے ہیں مثلاً ان کے ایک بیٹے نے لکھا کہ وہاں سانپ وغیرہ بہت ہوتے تھے اور جس زمانے میں یہ وہاں رہے ہیں، اُس زمانے میں تو نئی نئی آبادی ہو رہی تھی اور سانپ بہت زیادہ نکلا کرتے تھے اور بڑے بڑے خطرناک سانپ ہوتے تھے۔ ایک دن کہتے ہیں میری طبیعت خراب تھی مَیں نے سوچا کہ فجر کی نماز گھر میں پڑھ لیتا ہوں لیکن پھر کسی غیبی طاقت نے مجھے کہا کہ نہیں، مسجد جاؤ۔ ساتھ ہی مسجد ہے۔ جب واپس آئے تو دیکھا کہ دو بڑے بچے (اس وقت چھوٹی عمر میں ان کے جو دو بڑے بچے تھے وہ) چارپائی پر سو رہے ہیں اور ایک بڑا سارا کالا ناگ چارپائی پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے تو انہوں نے فوراً اُس کو مارا۔ اگر یہ سو جاتے تو سانپ کچھ بھی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کا اس طرح کا سلوک ہے اور اس طرح کے بہت سے واقعات اِن کی زندگی میں ہیں۔

سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور اِن کے بھائی سید مسعود مبارک شاہ صاحب دونوں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتے تھے۔ وہیں سے انہوں نے بی۔ اے کیا۔ اپنی شرافت اور ڈسپلن کا پابند ہونے کی وجہ سے سٹاف اور طلباء دونوں میں بڑے مشہور تھے۔ سارے کالج میں مشہور تھا کہ اِن جیسا اور کوئی شریف آدمی نہیں۔ ایک دفعہ ان کے ایک عزیز کو شرارت سوجھی۔ انہوں نے ہوسٹل کے وارڈن یا سپرنٹنڈنٹ کی کچھ چیزیں اُٹھا لیں اور اِن کے کمرے میں لا کر چُھپا دیں۔ انتظامیہ نے فوری طور پر کارروائی شروع کر دی۔ پتہ لگ گیا اور ہوسٹل کے ہر کمرے کو چیک کیا گیا اور جب اِن کے کمرے کے قریب آتے تو کہتے کہ نہیں یہ دونوں بچے شریف ہیں، اِن کے ہاں نہیں ہو سکتا۔ اور حقیقت یہ تھی کہ اُن لڑکوں نے انہی کے کمرے میں وہ چیزیں چھپائی ہوئی تھیں۔ خیر اِن کو یہ نہیں پتہ تھا۔ یہ کمرے میں گئے تو دیکھا کہ وہاں چیزیں پڑی ہیں تو بڑے پریشان ہوئے کہ اب سچ بھی بولنا ہے لیکن ساتھ ہی یہ فکر بھی تھی کہ ساتھیوں کو سزا ملے گی تو اُن کو سزا سے کس طرح بچایا جائے؟ کہتے ہیں جب چیکنگ ختم ہوئی تو جلدی سے سامان انہوں نے اُٹھایا اور ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ کے کمرے کے سامنے جا کے رکھ دیا۔ بہر حال کہتے ہیں کہ شکر ہے انتظامیہ نے مزید تحقیق نہیں کی کیونکہ انتظامیہ کو دونوں بھائیوں کی شرافت پر بہت یقین تھا ورنہ انہیں تو سچ ہی بولنا تھا اور جس عزیز پر اِن کو شک تھا اُس کا نام آ جانا تھا اور سزا ملنی تھی۔

جیسا کہ مَیں نے کہا انہوں نے گورنمنٹ کالج سے بی۔ اے کرنے کے بعد پھر حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر 1944ء میں زندگی وقف کرنے کا خط لکھا۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کو لکھا کہ مَیں بار بار آپ کو خواب میں دیکھ رہا ہوں اِس لئے مَیں زندگی وقف کرتا ہوں اور اپنے بھائی کو بھی تحریک کی کہ وہ بھی زندگی وقف کریں۔ پھر دونوں نے زندگی وقف کی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایم این سنڈیکیٹ کے تحت سندھ کی زمینوں پر اِن کو بھجوا دیا۔ وہاں یہ کافی عرصہ رہے۔ پھر تقریباً گیارہ سال 82ء سے 93ء تک وکالتِ تبشیر میں بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ وقت پر دفتر جاتے تھے۔ اپنے جو مفوضہ کام ہیں وہ سرانجام دیتے۔ کوئی زائد بات نہیں۔ بعضوں کو بیٹھ کے گپیں مارنے کی عادت ہوتی ہے۔ ان کے افسران جو تھے اِن سے عمر میں چھوٹے بھی تھے اور بعض قریبی عزیز بھی تھے، لیکن کامل اطاعت اور عاجزی کے ساتھ اپنے افسران کے دیئے ہوئے کام کو سرانجام دیتے۔ کبھی شکوہ نہیں کیا کہ اتنا کام دے دیا ہے؟ یہاں ہمارے مبلغ لئیق طاہر صاحب ہیں انہوں نے مجھے لکھا کہ جب مَیں نائب وکیل التبشیر تھا تو بڑی عاجزی سے کام کرتے تھے اور بڑی عزت سے پیش آیا کرتے تھے۔ اتنی زیادہ عزت کرتے تھے کہ شرمندگی ہونی شروع ہو جاتی تھی۔ کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ مَیں حضرت مصلح موعودؓ کا داماد ہوں یا دو خلفاء کا بہنوئی ہوں۔ ایک خاموش دعا گو بزرگ، زیرِ لب دعائیں کرتے ہوئے دفتر میں آتے تھے اور اپنا دفتر کا کام کر کے چلے جاتے تھے۔ ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ جس کا بھی آپ سے واسطہ پڑا آپ کی تعریف کرتا ہے۔ غریبوں کی عزت اور احترام بھی اس طرح کرتے جس طرح کسی امیر کا۔ کسی حق بات پر امیر کو غریب پر فوقیت نہیں دی۔ بعض لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے آپ پر اعتماد کی وجہ سے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کرتے رہے اور کی بھی۔ بشری تقاضا بھی ہے اور قواعد بھی اجازت دیتے ہیں کہ آپ ان نقصان پہنچانے والوں کے خلاف کارروائی کر سکتے تھے لیکن آپ نے ہمیشہ اپنا معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑا۔ اور مَیں نے دیکھا ہے کہ جب ایسے لوگوں کی، جو کسی نہ کسی طرح اِن کے خلاف رہے ہیں، گرفت ہوئی ہے تو وہ حضرت شاہ صاحب کے پاس اُن کے دروازے پر آتے تھے اور معافیاں مانگتے تھے اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب نے ہمیشہ انہیں معاف فرمایا۔ یہ بھی نہیں کہا کہ تم نے جو مجھے نقصان پہنچایا ہے اُس کا مداوا کس طرح ہو گا؟

یہ تھے وہ بزرگ جن کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کسی سے بُغض، حسد اور کینہ نہیں رکھتے بلکہ نقصان پہنچانے والے سے بھی جب اُس نے معافی مانگی تو شفقت کا سلوک ہی فرمایا۔ یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے حقیقی رنگ میں تزکیہ نفس کیا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے نکاح پر جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا، اُس میں سے بعض حصے پڑھنا چاہتا ہوں تاکہ اگلی نسل کو بھی اِن باتوں کو سامنے رکھنے کا احساس پیدا ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے چار بچوں کا نکاح پڑھایا جن میں سے ایک آپ کی بیٹی سید داؤد مظفر صاحب کی اہلیہ تھیں۔ آپ نے خطبہ اس طرح شروع فرمایا تھا کہ:

"دنیا میں سب سے قیمتی وجود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ زمانے کے گزرنے اور حالات کے بدل جانے کی وجہ سے چیزوں کی وہ اہمیت باقی نہیں رہتی جو اہمیت کہ اُن حالات کی موجودگی اور اُن کے علم کے ساتھ ہوتی ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے، اُس وقت دنیا کی جو حالت تھی اُس کا اندازہ آج لوگ نہیں کر سکتے۔ اگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ مبعوث نہ فرماتا تو آج دنیا میں دین کے معنی یہ سمجھے جاتے کہ بعض انسانوں کی پوجا کر لی، قبروں کی پوجا کر لی اور بتوں کی پوجا کر لی۔ قانون، اخلاق کو دنیا میں کوئی قیمت حاصل نہ ہوتی۔ مذہب کوئی اجتماعی جدوجہد کی چیز نہ ہوتا۔ خدا کے ساتھ بنی نوع انسان کا تعلق پیدا ہونا بالکل ناممکن ہوتا۔ بلکہ ایسے تعلق کو بے دینی اور لامذہبی قرار دیا جاتا ہے۔ بنی نوع انسان کے مختلف حصوں کے حقوق کی کوئی حفاظت نہ ہوتی۔ عورتیں بدستور غلامی کی زندگی بسر کر رہی ہوتیں۔ بُت بدستور پوجے جا رہے ہوتے۔ خدا تعالیٰ بدستور متروک ہوتا۔ غلامی بدستور دنیا میں قائم ہوتی۔ لین دین کے معاملات میں بدستور ظلم اور تعدی کی حکمرانی ہوتی۔ غرض دنیا آج وہ کچھ نہ ہوتی جو آج ہے..........."۔

اِس کے بعد کچھ حصہ مَیں چھوڑتا ہوں۔ یہ بیان کرنے کے بعد پھر آگے آپ فرماتے ہیں کہ "......دنیا میں جو اقوال اور جو باتیں لوگوں نے کہی ہیں، اُن میں سے راستبازی کے اعلیٰ معیار پر پہنچی ہوئی وہ بات ہے جو حسّان نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہی

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ نے کہا۔ كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِی، تو میری آنکھ کی پُتلی تھا، فَعَمِیَ عَلَیَّ النَّاظِرُ، پس تیری موت کے ساتھ آج میری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔ مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُت۔ اب تیرے مرنے کے بعد جو چاہے مرے۔ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ، مَیں تو تیری موت سے ڈرتا تھا۔ کسی اور موت کا مجھ پر اثر نہیں ہو سکتا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: "اِس شعر کے معنوں کی عظمت کا اس بات سے پتہ لگتا ہے جس کو لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اس شعر کا کہنے والا ایک نابینا شخص تھا۔ اگر ایک بینا شخص یہی شعر کہتا تو وہ صرف ایک شاعرانہ مذاق اور ایک ادبی لطیفہ کہلا سکتا تھا مگر اس شعر کے ایک نابینا شخص کے منہ سے نکلنے کی وجہ سے اس کی حقیقت بالکل بدل جاتی ہے۔ یعنی حضرت حسّان اس شعر میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے تو باوجود اس کے کہ میری ظاہری آنکھیں نہیں تھیں، پھر بھی مَیں بِینا ہی تھا۔ میری جسمانی آنکھیں نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مجھے اندھا سمجھتے تھے لیکن مَیں اپنے آپ کو اندھا نہیں سمجھتا تھا کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مجھے دنیا نظر آ رہی تھی اور اب بھی لوگ یہ سمجھتے تھے کہ میں ویسا ہی ہوں حالانکہ میں ویسا نہیں۔ پہلے مَیں بِینا تھا لیکن اب مَیں اندھا ہو گیا ہوں۔ تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سب سے قیمتی وجود تھے مگر اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت آپ بھی آخر ایک دن دنیا سے جدا ہو گئے ...."۔ پھر آگے چلتے ہوئے آپ بیان کرتے ہیں کہ "..........بہر حال رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے جیسا کہ حسانؓ نے کہا۔ مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ ۔ ہر انسان پر یہ بات کھل رہی ہے کہ دنیا میں کوئی وجود بھی ہمیشہ نہیں رہا......"۔ پھر آگے آپ فرماتے ہیں کہ "......دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو ہمیشہ قائم رہا ہو اور دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہو۔ اس صورت میں انسان کی ترقی کا مدار اس بات پر ہے کہ جانے والوں کے قائمقام پیدا ہوں۔ اگر مرنے والوں کے قائمقام پیدا ہوتے ہیں تو مرنے والوں کا صدمہ آپ ہی آپ مٹ جاتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ اگر ہمارے پیدا کرنے والے کی مرضی ہی یہی ہے تو پھر جزع فزع کرنے یا حد سے زیادہ افسوس کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ عقل کے خلاف اور جنون کی علامت ہو گی..........."۔

پھر آگے آپ ایک عباسی بادشاہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "......ایک دفعہ ایک عباسی بادشاہ ایک بڑے عالم سے ملنے گیا۔ جا کے دیکھا کہ وہ اپنے شاگردوں کو درس دے رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا اپنا کوئی شاگرد مجھے بھی دکھاؤ۔ مَیں اس کا امتحان لوں۔ انہوں نے ایک شاگرد پیش کیا۔ بادشاہ نے اس سے بعض سوال پوچھے۔ اُس نے نہایت اعلیٰ صورت میں اُن سوالوں کا جواب دیا۔ یہ سُن کر بادشاہ

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

نے کہا مَا مَاتَ مَنْ خَلَّفَ مِثْلَکَ۔ وہ شخص جس نے تیرے جیسا قائمقام چھوڑا کبھی نہیں مرسکتا کیونکہ اُس کی تعلیم کو قائم رکھنے والا تو موجود ہوگا۔ انسان کا گوشت پوست کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ گوشت پوست جیسے ایک چور کا ہے، ویسے ہی ایک نیک آدمی کا ہے۔ ہڈیاں جیسے ایک چور کی ہیں ویسے ہی نیک آدمی کی ہیں۔ خون جیسے ایک چور کا ہے ویسے ہی نیک آدمی کا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُس کے اخلاق بُرے ہیں اور اِس کے اخلاق اعلیٰ درجہ کے ہیں"۔ (یعنی چور کے اخلاق بُرے ہیں اور نیک آدمی کے اخلاق اعلیٰ درجہ کے ہیں)۔ "اُس کے اندر روحانیت نہیں اور اِس کے اندر اعلیٰ درجہ کی روحانیت پائی جاتی ہے۔ پس اگر اس کی وہ روحانیت اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق دوسرے میں باقی رہ جائیں گے تو یہ مرا کس طرح؟............" (یعنی وہ اعلیٰ اخلاق اگر آئندہ نسلوں میں چل رہے ہیں تو پھر مرا نہیں۔) فرمایا کہ "......پس ساری کامیابی اس بات میں ہے کہ انسان کے پیچھے اچھے قائمقام رہ جائیں۔ یہی چیز ہے جس کے لئے قومیں کوشش کیا کرتی ہیں۔ یہی چیز ہے کہ اگر یہ قوم کو حاصل ہو جائے تو یہ بہت بڑا انعام ہے۔ آج تک کبھی دنیا نے یہ محسوس نہیں کیا کہ ساری کامیابی فتوحات میں نہیں بلکہ نسل میں ہے۔ اگر آئندہ نسل اعلیٰ اخلاق کی ہو تو وہ قوم مرتی کبھی نہیں بلکہ زندہ رہتی ہے۔ اور اگر آئندہ نسل اچھی نہ ہو تو اُس کی تمام فتوحات ہیچ اور لغو ہیں............"۔

پھر آگے آپ فرماتے ہیں کہ "پس قوموں کی ترقی اُن کی آئندہ نسلوں کی ترقی پر منحصر ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارا زور اس بات پر ہونا چاہئے کہ آئندہ نسلوں میں ہم اپنے اچھے قائمقام چھوڑیں جو اسلام کی ترقی اور اسلام کے مستقبل کے ضامن ہوں۔ سب سے زیادہ یہ چیز نکاح سے ہی حاصل ہوتی ہے"۔ (نکاح کا خطبہ دے رہے ہیں فرمایا کہ اچھی نسل جو ہے سب سے زیادہ نکاح سے ہی حاصل ہوتی ہے) "اور نکاحوں سے ہی نئی نسل آتی ہے۔ اس لئے نکاح انسانی زندگی کا سب سے اہم کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے بارہ میں استخارہ کرنے، غور و فکر سے کام لینے" (یہ بھی خاص طور پر نوجوان لڑکوں، لڑکیوں کو اور خاندانوں کو سوچنے کی ضرورت ہے) "نکاح کے بارہ میں استخارہ کرنے، غور و فکر سے کام لینے اور جذبات کی پیروی کرنے سے روکنے کی تعلیم دی ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ نکاح ایسے رنگ میں ہونے چاہئیں کہ نیک اور قربانی کرنے والی اولاد پیدا ہو۔ پھر فرمایا ساری خرابی اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ اولاد کو مقدم رکھا جاتا ہے اور اس کی ناز برداری کی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ناز برداری کی وجہ سے دین کی روح اُن کے اندر سے مٹ جاتی ہے۔ قرآنِ مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ شخص دین دار نہیں جو اپنی اولاد کی ناز برداری کرتا ہے اور اُس کو دین کے تابع نہیں رکھتا۔ دین دار وہ ہے جو اپنی اولاد کو دین کے تابع رکھتا ہے۔ جو شخص اپنی اولاد کو دین کے تابع رکھے گا وہ کبھی اپنی نسل کو خراب نہیں ہونے دے گا کیونکہ ناز برداری سے ہی نسلیں خراب ہوتی ہیں"۔ پھر فرمایا "پس اسلامی زندگی میں اہم ترین چیز نکاح ہے۔ جیسے عمارت کے لئے بنیاد کھودی جاتی ہے اور اس کو کاٹا جاتا ہے۔ لیکن اگر بنیاد پختہ نہیں ہوگی تو عمارت گِر جائے گی۔ اسی طرح اگر نکاح میں غور و فکر اور دعا سے کام نہ لیا جائے تو نکاح بھی بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ گویا وہ چیز جس سے خوشی ہو رہی ہوتی ہے درحقیقت وہی خطرے کا وقت ہوتا ہے............"۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ "............مَیں نے اپنے بچوں کے نکاحوں میں کبھی بھی اس بات کو مدّنظر نہیں رکھا کہ اُن کے نکاح آسودہ حال اور مالدار لوگوں میں کئے جائیں اور مَیں نے ہمیشہ جماعت کے لوگوں کو بھی یہی نصیحت کی ہے کہ جماعت کے لوگ اس بات کی طرف چلے جاتے ہیں کہ اُنہیں ایسے رشتے ملیں جو زیادہ کھاتے پیتے اور آسودہ حال ہوں۔ ہمیں ایسے رشتے ملے ہیں مگر ہم نے اُن کو ردّ کر دیا تا کہ ہمارا جو معیار ہے وہ قائم رہے"۔ (الفضل 6/اپریل 1945ء صفحہ 1تا 3۔بحوالہ خطبات محمود جلد نمبر3 فرمودہ 30مارچ1945ء صفحہ 580تا587)

ہر ایک کو اپنے معیار کے مطابق رشتے کرنے چاہئیں۔

پس یہ اصول ہیں جو عمومی طور پر بھی سامنے رکھنے چاہئیں۔ رشتوں میں بھی یہ بات آئی تو مَیں نے تو سوچا کہ یہ بیان کر دوں کہ ہمارے ہاں آج کل یہ بڑے مسائل اُٹھ رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے افراد بھی اور جماعت کے افراد بھی اپنی شادیوں میں یہ بات مدّنظر رکھیں کہ اصل چیز دین ہے اور ایک احمدی کا مقصود اللہ تعالیٰ سے تعلق اور دین کی خدمت ہے۔ دنیا کو بھی دین کے تابع کرنا ہے۔ دین کو دنیا کے تابع نہیں کرنا۔ یہی چیز ہے جس طرح کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جو قومی زندگی کے ہمیشہ زندہ رہنے کا ذریعہ ہے۔ جماعت کا جب بھی کوئی نیک شخص اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو جماعت کے افراد کو اور خاص طور پر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کو کہ جب اُن کے خاندان میں سے کوئی رخصت ہو تو نیکی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے ایک نئی سوچ کے ساتھ اپنے راستے متعین کرنے چاہئیں۔ دنیا تو چندروزہ ہے ختم ہو جائے گی۔ دائمی رہنے والی چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے چار بیٹے مختلف حیثیت سے جماعت کی خدمت کر رہے ہیں۔ تین بیٹیاں ہیں۔ ایک میری اہلیہ اور دو دوسری بہنیں، دونوں واقفینِ زندگی سے بیاہی گئی ہیں۔ اللہ کرے کہ اِن کی اولادیں اور آگے نسلیں بھی ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہوں۔ دو بیٹے جو واقفِ زندگی نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے والدین کی طبیعت کا اثر لئے ہوئے ہیں، کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کرتے ہیں، کر رہے ہیں اور کرتے رہے ہیں۔ یہ بھی اور تمام اولاد بھی اور ان کی اولاد بھی ہمیشہ خدا تعالیٰ کا قرب پانے کی کوشش کرنے والی ہو اور اِن کی دعائیں ہمیشہ اُن کو لگتی رہیں۔ اسی طرح ہمارے تمام بزرگوں کی اولادیں، صحابہ کی اولادیں ہمیشہ اپنے والدین کے، اپنے آباؤاجداد کے نمونے دیکھنے والی ہوں اور نیک نسل آگے چلانے کے لئے دعا اور اپنے عمل سے کوشش کرنے والی ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نمازِ جمعہ کے بعد انشاء اللہ سید داؤد مظفر شاہ صاحب کا مَیں نمازِ جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے
از صفحہ نمبر 2

نام الہام ہے۔

لفظی الہام پر عام طور پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ کیا خدا کی بھی زبان ہے اور ہونٹ ہیں کہ وہ الفاظ میں کلام کرتا ہے؟ اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو بولنے کے لئے زبان کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ہے۔ جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے دنیا بغیر ہاتھوں کے پیدا کی ہے، ان کے لئے اس بات کا ماننا کیا مشکل ہے کہ وہ بغیر زبان کے بولنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔

ایک جواب آپ نے یہ بھی دیا کہ بغیر الہام کے جو پرشوکت الفاظ میں ہو، اس بات کا یقین نہیں آسکتا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کو کوئی حکم دیا گیا ہے۔ جب باہر سے آئے تب ہی پتہ لگ سکتا ہے کہ کسی اور طاقت نے یہ الفاظ بھیجے ہیں۔

(4) چوتھی غلطی بعض لوگوں کو الہام کے متعلق یہ لگی ہوئی تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ الہام کیفیت دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ بے شک ایسا بھی ہوتا ہے مگر یہ کہنا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے اور کبھی باہر سے الہام نہیں ہوتا۔ غلط ہے۔ کیونکہ نبیوں اور مؤمنوں کے بعض الہام ایسے علوم پر مشتمل ہوتے ہیں جنہیں انسانی دماغ دریافت نہیں کر سکتا۔ مثلاً ان میں آئندہ زمانہ کے متعلق بڑی بڑی خبریں ہوتی ہیں۔

دوسرا جواب اس کا آپ نے یہ دیا کہ اگر کیفیت دماغی سے یہ مراد ہے کہ الہام بگڑے ہوئے دماغ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ الہام پانے والے لوگ بہترین دماغ رکھتے ہیں ان کے دماغوں کا بہترین ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ الہام بگڑے ہوئے دماغ کا نتیجہ نہیں ہوتا۔

مجھے تعجب ہے کہ جو لوگ الہام کو دماغی بگاڑ کا نتیجہ سمجھتے ہیں وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ انسانی دماغ بڑھاپے میں کمزور ہو جاتا ہے۔ لیکن نبیوں پر بڑھاپے کا کبھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ بلکہ ان کے الہامات میں زیادہ شوکت پیدا ہوتی جاتی ہے۔

(5) پانچواں شبہ الہام کے متعلق یہ کیا جاتا ہے کہ الہام کا وجود انسان کی ذہنی اور عقلی ترقی کے مخالف ہے۔ کیونکہ جب الہام سے ایک امر دریافت ہو گیا تو پھر لوگوں کو سوچنے اور غور کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کیا موقع ہے؟

اس غلطی کو آپ نے لوگوں کی توجہ اس امر کی طرف پھیر کر دُور کیا کہ الہام ذہنی ترقی کے مخالف نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے اسے ذہنی ترقی کی خاطر پیدا کیا ہے۔ کارخانہ عالم کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روحانی اور جسمانی دو سلسلے اس دنیا میں متوازی اور مشابہ چل رہے ہیں۔ جسمانی سلسلہ میں انسانی ہدایت اور راہنمائی کے لئے عقل کے ساتھ تجربہ کو لگایا گیا ہے تا کہ عقل کی کمزوری کو پورا کر دے اور انسان غلطی کے احتمال سے بچ جائے۔ روحانی سلسلہ میں اس کی جگہ الہام کو عقل کے ساتھ لگایا گیا ہے تا کہ عقل غلطی کر کے انسان کو تباہی کے گڑھے میں نہ گرا دے۔ خالی عقل جب جسمانی امور میں کافی نہیں ہو سکتی اور تجربہ کی مدد کی محتاج ہے تو پھر روحانی دنیا میں خالی عقل پر بھروسہ کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے اور کس طرح قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسمانی سلسلہ کے لئے جو ادنیٰ تھا عقل کی خامیوں کو دُور کرنے کیلئے تجربہ کو پیدا کیا اور روحانی سلسلہ میں جو اعلیٰ ہے عقل کی مدد کے لئے کوئی وجود نہ پیدا کیا؟

اگر کوئی کہے کہ جسمانی سلسلہ کی طرح روحانی سلسلہ میں بھی عقل کی امداد کے لئے تجربہ کو ہی کیوں نہ مقرر کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تجربہ کئی ٹھوکروں کے بعد اصل نتیجہ پر پہنچاتا ہے۔ دنیا کی زندگی چونکہ عارضی ہے اس لئے اس میں تجربہ کرتے ہوئے ٹھوکریں کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر آئندہ کی زندگی کے متعلق جو ہمیشہ کی زندگی ہے ٹھوکریں کھانے کے لئے انسان کو چھوڑ دیا جاتا تو لاکھوں آدمی جو تجربہ سے پہلے پہلے مر جاتے حق سے محروم رہ جاتے اور سخت نقصان اٹھاتے اور اس دائمی زندگی کی ترقیات کو حاصل نہ کر سکتے۔ جس کے لئے وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تجربہ شروع کرنے کیلئے بھی پہلے ایک نبیاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ روحانی امور چونکہ غیر محسوس ہیں اور مخفی ہیں۔ اس لئے ان کے متعلق تجربہ مادی امور کی نسبت زیادہ مشکلات رکھتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب کہ مادہ کے متعلق سائنس نے انتہا درجہ کی ترقی کی ہے۔ دماغ کے ان افعال کے متعلق جو عقل اور ارادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ روح کے برابر لطیف نہیں بہت ہی کم تحقیق ہوئی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ دنیا کی پیدائش پر اس قدر عرصہ گذر جانے کے باوجود اب تک تحقیق شروع ہی نہیں ہوئی۔

(6) چھٹا وسوسہ جس میں لوگ مبتلا تھے یہ تھا کہ الہام کا سلسلہ اب بالکل بند ہو چکا ہے۔ یہ عقیدہ مسلمانوں کا ہی نہ تھا بلکہ دوسرے مذاہب کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ یہودی، مسیحی، ہندو سب پہلے زمانہ میں الہام کے قائل ہیں لیکن اب اس کے دروازہ کو بند بتاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خطرناک عقیدہ کی غلطی کو بھی دنیا پر ظاہر کیا اور بتایا کہ الہام تو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لئے ایک انعام ہے اور بندہ اور خدا تعالیٰ میں محبت کا نہ ٹوٹنے والا تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور یقین اور وثوق تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اس کا

سلسلہ بند کر کے مذہب کا اور روحانیت کا باقی کیا رہ جاتا ہے۔ مسلمانوں کو آپ نے توجہ دلائی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اس لئے مبعوث ہوئے تھے کہ دنیا پر خدا تعالیٰ کی رحمت کی بارش اور بھی شان سے نازل ہو۔ پس آپ کے آنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا یہ انعام بند نہیں ہوا۔ بلکہ اس میں اور بھی زیادہ ترقی ہوگئی۔

دوسرا جواب آپ نے یہ دیا کہ الہام صرف شریعت نہیں ہوتا بلکہ اس کی اور بھی اغراض ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ بندوں کو خدا تعالیٰ پر یقین کامل کرائے۔ دیکھو جس سے خدا تعالیٰ باتیں کرے، اس کے مقابلہ میں وہ شخص جو صرف یہ کہے کہ خدا ہے ایمانی لحاظ سے کیا حقیقت رکھ سکتا ہے۔ پس رسول کریم ﷺ کو شریعت کو مکمل کر گئے ہیں مگر مسلمانوں کو یقین اور اطمینانِ قلب کے مرتبہ تک پہنچانے کے لئے پھر بھی الہام کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

تیسرا جواب آپ نے یہ دیا کہ خدا تعالیٰ الہام کے ذریعہ معارف پر آگاہ کرتا ہے۔ وہ روحانی علوم جو سینکڑوں سالوں کی محنت اور کوشش سے بھی معلوم نہ ہوسکیں، خدا تعالیٰ الہام کے ذریعہ ایک سیکنڈ میں بتا دیتا ہے۔ پس اس تعلیم کے سہل تر رستہ کو امت محمدیہؐ کے لئے کس طرح بند کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے اپنے وجود سے ثابت کیا کہ الہام جس قدر جلد اور جس قدر مکمل طور پر معارف روحانیہ کو کھولتا ہے اس کی مثال انسانی جدوجہد میں نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ جو باتیں علماء تیرہ سو سال کے قریب عرصہ میں بحثوں سے حاصل نہ کرسکے، آپ نے چند سالوں میں الہام کی مدد سے حل کر کے رکھ دیں۔ اور ان کی مدد سے احمدی علماء دنیا بھر کے مذاہب پر اسلام کو غالب کر رہے ہیں۔

چوتھا جواب آپ نے یہ دیا کہ الہام کی ایک غرض اظہارِ محبت بھی ہے جب تک خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر الہام نہ نازل کرے، اس وقت تک کس طرح ان کی تڑپ دور ہوسکتی ہے۔

غرض آپ نے ثابت کر دیا کہ الہام کا سلسلہ جاری ہے۔ کیونکہ اگر الہام کو بند مانیں تو خدا تعالیٰ کی کئی صفات میں تعطّل ماننا پڑے گا۔ اس جگہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ خدا کی صفات میں عارضی تعطّل تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی مانا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں خدا تعالیٰ اپنی ایک صفت کو بند کر دیتا ہے تا کہ دوسری صفت جاری ہو۔ اگر اس طرح ہوسکتا ہے تو یہ ماننے میں کیا حرج ہے کہ الہام کو خدا نے قیامت تک بند کر دیا؟ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعطّل تب مانا ہے جب دو صفات آپس میں ٹکرائیں۔ اور جو صفات نہ ٹکرائیں ان کے متعلق تعطّل نہیں مانا۔ چونکہ الہام کے جاری ہونے میں کسی صفت سے ٹکراؤ نہیں اس لئے اس کے متعلق تعطّل ماننا ناواجب ہے۔

اگر کوئی کہے کہ الہام کا سلسلہ جاری مانا جائے تو بھی تعطّل ہوتا ہے کیونکہ ایک مجدد آتا ہے۔ پھر اس کے ایک سو سال بعد دوسرا آتا ہے اس طرح کچھ عرصہ کے لئے الہام میں تعطّل تم بھی مانتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک اس قسم کا کوئی تعطّل واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ آپ نے صرف یہ نہیں فرمایا کہ الہام صرف نبی یا مجدد کو ہوتا ہے بلکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ الہام مومنوں کو بھی ہوتا ہے بلکہ بعض دفعہ کافروں اور بدکاروں کو بھی۔ پس چونکہ زمین گول ہے اور ہر وقت دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ پس بالکل قرین قیاس ہے کہ ہر سیکنڈ میں سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کو الہام ہو رہا ہوتا ہے اور ایک سیکنڈ بھی نزول الہام میں تعطّل نہیں ہوتا۔ میں ذاتی طور پر اس شخص کو انعام دینے کو تیار ہوں جو یہ ثابت کر دے کہ کوئی ایک دن بھی ایسا گذرا ہو جس میں کسی کو خواب نہ آئی ہو یا الہام نہ ہوا ہو۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تب بے شک تعطّل کو تسلیم کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔

آپ نے آیاتِ قرآنیہ سے بھی ثابت کیا ہے کہ الہام کے جاری رہنے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو جھوٹا نہیں کیا کرتا۔

اگر کوئی کہے خواب تو ہر ایک انسان دیکھ سکتا ہے اس کی بحث نہیں، بحث الہام کے متعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل سوال یہ ہے کہ اب بھی لوگوں کی ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ کوئی سامان پیدا کرتا ہے یا نہیں۔ اگر کرتا ہے تو یہ کہنا بیہودہ بات ہے کہ وہ آنکھوں کے ذریعہ سے لکھے ہوئے لفظوں یا تصویری زبان میں تو اپنے منشاء کو ظاہر کرسکتا ہے مگر کانوں کے ذریعہ سے آواز پیدا کر کے جسے الہام کہتے ہیں اپنے منشاء کو ظاہر نہیں کرتا۔ جب کہ اپنے آقا کی مرضی کو معلوم کرنا ایک فطری تقاضا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اسے پورا نہ کرے اور الہام کا دروازہ بند کرنا ایک سخت ظلم ہے جو خدا تعالیٰ سے بعید ہے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: اختتامی خطاب جلسہ سالانہ یوکے
از صفحہ نمبر 16

تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہوچکی تھی پھر سلسلہ وحیٔ نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔ افسوس یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ مسلم اور بخاری میں" (جو حدیث کی دو کتابیں ہیں) "فقرہ اِمَامُکُمْ مِّنْکُمْ اور اَمَّکُمْ مِنْکُمْ صاف موجود ہے۔ یہ جواب سوال مقدر کا ہے۔ یعنی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں مسیح ابن مریم حَکم عدل ہو کر آئے گا تو بعض لوگوں کو یہ وسوسہ دامنگیر ہوسکتا تھا کہ پھر ختم نبوت کیوں کر رہے گا۔ اس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا کہ وہ تم میں سے ایک اُمّتی ہوگا اور بروز کے طور پر مسیح بھی کہلائے گا"۔

فرمایا کہ: "اگر حدیث میں یہ مقصود ہوتا کہ عیسیٰ باوجود نبی ہونے کے پھر اُمّتی بن جائے گا تو حدیث کے لفظ یوں ہونے چاہیئے تھے اِمَامُکُمُ الَّذِیْ یَصِیْرُ مِنْ اُمَّتِیْ بَعْدَ نَبُوَّتِہٖ۔ یعنی تمہارا امام جو نبوت کے بعد میری امت میں سے ہو جائے گا"۔ "چنانچہ مسیح کے مقابل پر جو مہدی کا آنا لکھا ہے اس میں بھی یہ اشارات موجود ہیں کہ مہدی بروز کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کا مورد ہوگا۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کا خلق میرے خلق کی طرح ہوگا۔ اور یہ حدیث کہ لَا مَھْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف کرتی ہے کہ وہ آنے والا ذوالبروزین ہوگا اور دونوں شانیں مہدویت اور مسیحیت کی اس میں جمع ہوں گی۔ یعنی اس وجہ سے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اثر کرے گی مہدی کہلائے گا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہدی تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی (الضحیٰ: 8) اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نبیوں کی طرح ظاہری علم کسی استاد سے نہیں پڑھا تھا۔ مگر حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ مکتبوں میں بیٹھے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ نے ایک یہودی استاد سے تمام توریت پڑھی تھی۔ غرض اسی لحاظ سے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی استاد سے نہیں پڑھا خدا آپ ہی استاد ہوا اور پہلے پہل خدا نے ہی آپ کو اِقْرَءْ کہا۔ یعنی پڑھ۔ اَور کسی نے نہیں کہا۔ اس لیے آپ نے خاص خدا کے زیر تربیت تمام دینی ہدایت پائی اور دوسرے نبیوں کے دینی معلومات انسانوں کے ذریعہ سے بھی ہوئے۔ سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا سو اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن اور حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں"۔

آپ فرماتے ہیں: "سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے۔ کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسّر یا محدّث کی شاگردی اختیار کی ہے۔ پس یہی مہدویت ہے جو نبوت محمدیہؐ کے منہاج پر مجھے حاصل ہوئی ہے اور اسرار دین بلاواسطہ میرے پر کھولے گئے۔ اور جس طرح مذکورہ بالا وجہ سے آنے والا مہدی کہلائے گا اسی طرح وہ مسیح بھی کہلائے گا کیونکہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت بھی اثر کرے گی۔ لہٰذا وہ عیسیٰ ابن مریم بھی کہلائے گا اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے اپنے خاصۂ مہدویت کو اس کے اندر پھونکا اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی روحانیت نے اپنا خاصہ روح اللہ ہونے کا اس کے اندر ڈالا"۔

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن۔ جلد 14۔ صفحہ 392 تا 395 مع حاشیہ)

پھر آپ ایک دلیل بیان فرماتے ہیں کہ:

"دار قطنی کی حدیث ہے کہ مہدی موعود کی یہ بھی نشانی ہے کہ خدا اس کے لیے اس کے زمانہ میں یہ نشان ظاہر کرے گا کہ چاند اپنی مقررہ راتوں میں سے (جو اس کے خسوف کے لیے خدا نے راتیں مقرر کر رکھی ہیں۔ یعنی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں) پہلی رات میں گرہن پذیر ہوگا اور سورج اپنے مقررہ دنوں میں سے (جو اس کے کسوف کے لیے خدا نے دن مقرر کر رکھے ہیں یعنی 27، 28، 29) درمیانی دن میں کسوف پذیر ہوگا۔ اور یہ دونوں خسوف کسوف رمضان میں ہوں گے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ مہدی کے وقت میں یہ دو مرتبہ واقع ہوں گے۔ چنانچہ یہ دونوں دو مرتبہ میرے زمانہ میں رمضان میں واقع ہو گئے۔ ایک مرتبہ ہمارے اس ملک میں دوسری مرتبہ امریکہ میں۔ اور ہمیں اس بات سے بحث نہیں کہ ان تاریخوں میں کسوف خسوف رمضان کے مہینہ میں ابتدائے دنیا سے آج تک کتنی مرتبہ واقع ہوا ہے"۔ (جب سے دنیا بنی ہے ان تاریخوں میں کسوف وخسوف رمضان کے مہینے میں کتنی مرتبہ واقع ہوا ہے) "ہمارا مدعا صرف اس قدر ہے کہ جب سے نسل انسان دنیا میں آئی ہے نشان کے طور پر یہ خسوف کسوف صرف میرے زمانہ میں میرے لئے واقع ہوا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کو یہ اتفاق نصیب نہیں ہوا کہ ایک طرف تو اس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور دوسری طرف اس کے دعوے کے بعد رمضان کے مہینہ میں مقرر کردہ تاریخوں میں خسوف کسوف بھی واقع ہو گیا ہو۔ اور اُس نے اُس کسوف خسوف کو اپنے لئے ایک نشان ٹھہرایا ہو۔ اور دار قطنی کی حدیث میں یہ تو کہیں نہیں ہے کہ پہلے کبھی کسوف خسوف نہیں ہوا۔ ہاں یہ تصریح سے الفاظ موجود ہیں کہ نشان کے طور پر یہ پہلے کبھی کسوف خسوف نہیں ہوا کیونکہ لَمْ تَکُوْنَا کا لفظ مؤنث کے صیغہ کے ساتھ دار قطنی میں ہے جس کہ یہ معنی ہیں کہ ایسا نشان کبھی ظہور میں نہیں آیا۔ اور اگر یہ مطلب ہوتا کہ کسوف خسوف پہلے کبھی ظہور میں نہیں آیا تو لفظ لَمْ یَکُوْنَا مذکر کے صیغہ سے چاہیے تھا نہ کہ لَمْ تَکُوْنَا کہ جو مؤنث کا صیغہ ہے جس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد آیَتَیْن ہے۔ یعنی دو نشان کیونکہ یہ مؤنث کا صیغہ ہے۔ پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ پہلے بھی کئی دفعہ خسوف کسوف ہو چکا ہے اس کے ذمہ یہ بار ثبوت ہے کہ وہ ایسے مدعی مہدویت کا پتہ دے جس نے اس کسوف خسوف کو اپنے لیے نشان ٹھہرایا ہو اور یہ ثبوت یقینی اور قطعی چاہیے۔ اور یہ صرف اس صورت میں ہوگا کہ ایسے مدعی کی کوئی کتاب پیش کی جائے جس نے مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور نیز یہ لکھا ہو کہ خسوف کسوف جو رمضان میں دار قطنی کی مقرر کردہ تاریخوں کے موافق ہوا ہے وہ میری سچائی کا نشان ہے۔ غرض صرف خسوف کسوف خواہ ہزاروں مرتبہ ہوا ہو اس سے بحث نہیں۔ نشان کے طور پر ایک مدّعی کے وقت صرف ایک دفعہ ہوا ہے۔ اور حدیث نے ایک مدعیٔ مہدویت کے وقت میں اپنے مضمون کا وقوع ظاہر کر کے اپنی صحت اور سچائی کو ثابت کر دیا۔ اسی طرح نواب صدیق حسن خان صاحب حجج الکرامہ میں اور حضرت مجدّد الف ثانی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ احادیث صحیحہ میں لکھا ہے کہ ستارہ دنبالہ دار یعنی ذوالسنین مہدی معہود کے ظہور کے وقت میں نمودار ہوگا۔ چنانچہ وہ ستارہ 1882ء میں نکلا اور انگریزی اخباروں نے اس کی نسبت یہ بھی بیان کیا کہ یہی وہ ستارہ ہے کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں نکلا تھا۔ ایسا ہی اس زمانہ کے قریب جب کہ خدا نے مجھ کو مبعوث فرمایا ستارے اس کثرت سے ٹوٹے جن کی ان سے پہلے نظیر نہیں دیکھی گئی

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری
برطانیہ: تیس (30) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (45) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (65) پاؤنڈز سٹرلنگ
(مینیجر)

اور شاید یہ نومبر 1885ء تھا۔ اسی طرح اور کئی آسمانی نشان ظاہر ہوئے۔ یہ خدا کے سب نشان ہیں''۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن۔ جلد نمبر23۔صفحہ نمبر329,330حاشیہ)

پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا مہدی آنا چاہئے جو جہاد کا فتویٰ دے اور انگریزوں اور دوسری غیر قوموں سے لڑائی کرے۔ مَیں کہتا ہوں یہ بھی غلط ہے اور حدیث سے بھی پایا جاتا ہے کہ آنے والا موعود یَضَعُ الْحَرْبَ کر کے دکھائے گا۔ یعنی لڑائیوں کو موقوف کرے گا۔ دیکھو ہر چیز کے عنوان پہلے ہی سے نظر آجاتے ہیں جیسے پھل سے پہلے شگوفہ نکل آتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہوتا کہ مہدی آ کر جہاد کرتا اور تلوار کے زور سے اسلام کی حمایت کرتا تو چاہیے تھا کہ مسلمان فنون حربیہ اور سپاہ گری میں...... تمام قوموں سے ممتاز ہوتے اور فوجی طاقت بڑھی ہوئی ہوتی۔ مگر اس وقت یہ طاقت تو اسی قوم کی بڑھی ہوئی ہے اور فنونِ حرب کے متعلق جس قدر ایجادات ہو رہی ہیں وہ یورپ میں ہو رہی ہیں نہ کسی اسلامی سلطنت میں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے اور یَضَعُ الْحَرْبَ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے واسطے یہی ہونا بھی چاہیے تھا۔ دیکھو مہدی سوڈانی وغیرہ نے جب مخالفت میں ہتھیار اٹھائے تو خدا تعالیٰ نے کیسا ذلیل کیا یہاں تک کہ اس کی قبر بھی کھدوائی گئی اور ذلت ہوئی اس لیے کہ خدا کے منشاء کے خلاف تھا۔ مہدی موعود کا یہ کام ہی نہیں ہے بلکہ وہ تو اسلام کو اس کی اخلاقی اور علمی و عملی اعجازات سے دلوں میں داخل کرے گا اور اس اعتراض کو دور کرے گا جو کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ وہ ثابت کر دکھائے گا کہ اسلام ہمیشہ اپنی عملی سچائیوں اور برکات کے ذریعہ پھیلا ہے۔ ان تمام باتوں سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا منشا تلوار سے کام لینا ہوتا تو فنونِ حرب اسلام والوں کے ہاتھ میں ہوتے۔ اسلامی سلطنتوں کی جنگی طاقتیں سب سے بڑھ کر ہوتیں..........''۔ (آج کل تو ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان طاقتیں مغربی طاقتوں سے ہتھیار مانگ رہی ہوتی ہیں بلکہ ہر قسم کی ٹیکنالوجی وہاں سے مانگتی ہیں)۔

فرمایا کہ: ''..........اگرچہ حقیقی خبر تو خدا تعالیٰ سے وحی پانے والوں کو ملتی ہے مگر مومن کو بھی ایک فراست ملتی ہے اور وہ علامات و آثار سے سمجھ لیتا ہے کہ کیا ہونا چاہیے۔ جب عیسائی قوموں کے بالمقابل آتے ہیں تو زَک اُٹھاتے ہیں اور ذلّت کا منہ دیکھتے ہیں۔ کیا اس سے پتہ نہیں لگتا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء تلوار اٹھانے کا نہیں ہے۔ یہ اعتراض صحیح نہیں، غلط ہے''۔ اور یہی حالت ہم دیکھ رہے ہیں۔ (ملفوظات جلد نمبر سوم صفحہ نمبر88.87جدید ایڈیشن ربوہ)

ایک اور دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''دیکھو یہی علماء کیسے شوق سے چودھویں صدی کے منتظر تھے اور تمام دل بول اٹھے تھے کہ اسی صدی کے سر پر مہدی اور مسیح پیدا ہوگا۔ بہت سے صلحاء اور اولیاء کے کشف اس بات پر قطع کر چکے تھے کہ مہدی اور مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی ہے۔ اب ان کے دلوں کو کیا ہوگیا۔ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ (البقرۃ: 90) مگر ضرور تھا کہ وہ مجھے کافر کہتے اور میرا نام دجّال رکھتے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ میں پہلے سے یہی فرمایا گیا تھا کہ اس مہدی کو کافر ٹھہرایا جائے گا اور اس وقت کے شریر مولوی اس کو کافر کہیں گے اور ایسا جوش دکھلائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو اس کو قتل کر ڈالتے۔ مگر خدا کی شان ہے کہ ان ہزاروں میں سے یہ میاں غلام فرید صاحب چاچڑاں والوں نے پرہیزگاری کا نور دکھلایا..........''۔

ان کے بارے میں فرمایا کہ'' ...... وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ خدا ان کو اجر بخشے اور عاقبت بالخیر کرے۔ آمین۔

فرمایا کہ'' اب جب تک یہ تحریریں دنیا میں رہیں گی میاں صاحب موصوف کا ذکر باخیر بھی اس کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا۔ یہ زمانہ گزر جائے گا اور دوسرا زمانہ آئے گا اور خدا اس زمانے کے لوگوں کو آنکھیں دے گا اور وہ ان لوگوں کے حق میں دعاءِ خیر کریں گے جنہوں نے مجھے پا کر میرا ساتھ دیا ہے۔ سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ وقت گزر جائے گا اور ہر ایک غافل اور منکر اور مکذّب وہ حسرتیں ساتھ لے جائے گا جن کا تدارک پھر اس کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔ اب میاں غلام فرید صاحب کا خط ذیل میں حسب وعدہ مذکورہ لکھا جاتا ہے......''۔

عربی کا خط ہے جس کا ترجمہ پڑھ دیتا ہوں۔

''ترجمہ اس کا یہ ہے۔ تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو ربّ الارباب ہے۔ اور درود اس رسول مقبول پر جو یوم الحساب کا شفیع ہے اور نیز اس کی آل اور اصحاب پر۔ اور تم پر سلام اور ہر یک پر جو راہ صواب میں کوشش کرنے والا ہو۔ اس کے بعد واضح ہو کہ مجھے آپ کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لئے جواب طلب کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا تاہم میں نے اس کتاب کی ایک جز کو جو حسن خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھی پڑھی ہے۔ سوائے ہر یک حبیب سے عزیز تر تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لئے تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں تا مجھے ثواب حاصل ہو اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔ اور اب میں مطلع کرتا ہوں کہ مَیں بلاشبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے اور تیری سعی عند اللہ قابل شکر ہے جس کا اجر ملے گا اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا تیرے پر فضل ہے۔ میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کر اور مَیں آپ کے لئے انجام خیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔ اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں زیادہ لکھتا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ سَلَكَ سَبِيْلَ الصَّوَابِ ۔من مقام چاچڑاں''۔ (چاچڑاں شریف سے یہ لکھا تھا)۔

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11صفحہ 324.322)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب میں ایک اور بزرگ کا ذکر کیا ہے جو میں نے لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''دوسرے پیر صاحبُ الْعَلَم ہیں جو بلاد سندھ کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں جن کے مرید ایک لاکھ سے کچھ زیادہ ہوں گے اور باوجود اس کے وہ علوم عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور علماء راسخین میں سے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جو میری نسبت گواہی دی ہے وہ یہ ہے......''جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''یعنی مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف میں دیکھا۔ پس مَیں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا یہ جھوٹا اور مفتری ہے یا صادق ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ صادق ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس مَیں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں۔ اب بعد اس کہ ہم آپ کے امور میں شک نہیں کریں گے اور آپ کی شان میں ہمیں کچھ شبہ نہیں ہوگا اور جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم وہی کریں گے۔ پس اگر آپ یہ کہو کہ ہم امریکہ میں چلے جائیں تو ہم وہیں جائیں گے اور ہم نے اپنے تئیں آپ کے حوالہ کر دیا ہے اور انشاء اللہ ہمیں فرمانبردار پاؤ گے''۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ وہ باتیں ہیں جو ان کے خلیفہ عبداللطیف مرحوم اور شیخ عبداللہ عرب نے زبانی بھی مجھے سنائیں اور اب بھی میرے دلی دوست سیٹھ صالح محمد حاجی اللہ رکھا صاحب جب مدراس سے ان کے پاس گئے تو انہیں بدستور مصدق پایا بلکہ انہوں نے عام مجلس میں کھڑے ہو کر اور ہاتھ میں عصا لے کر تمام حاضرین کو بلند آواز سے سنا دیا کہ میں اُن کو اپنے دعویٰ میں حق پر جانتا ہوں اور ایسا ہی مجھے کشف کی رُو سے معلوم ہوا ہے اور ان کے صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ جب میرے والد صاحب تصدیق کرتے ہیں تو مجھے بھی انکار نہیں''۔

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن۔ جلد نمبر11۔صفحہ نمبر344)

مخالفت کے بارہ میں ہی ایک اور حوالہ ہے جو مَیں پڑھ دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ:

''میرے مقابل پر جو میرے مخالف مسلمان مجھے گالیاں دیتے ہیں اور مجھے کافر کہتے ہیں یہ بھی میرے لئے ایک نشان ہے۔ کیونکہ انہیں کی کتابوں میں یہ اب تک موجود ہے کہ مہدی معہود جب ظاہر ہوگا تو اُس کو لوگ کافر کہیں گے اور اُس کو ترک کر دیں گے اور قریب ہوگا کہ علمائے اسلام اُس کو قتل کر دیں۔ چنانچہ ایک جگہ مجدّد الف ثانی صاحب بھی یہی لکھتے ہیں اور شیخ محی الدین ابن العربی صاحب نے بھی ایک مقام میں یہی لکھا ہے۔ سو اس میں کچھ شک نہیں کہ باوجود ہزارہا نشانوں کے جو خدا نے میرے لئے دکھلائے پھر بھی مَیں سخت تکذیب کا نشانہ بنایا گیا ہوں اور میری کتابوں کے یہودیوں کی طرح معنے محرف مبدل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صدہا اعتراض کئے گئے ہیں کہ گویا مَیں ایک مستقل نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور قرآن کو چھوڑتا ہوں اور گویا مَیں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں اور توہین کرتا ہوں اور گویا مَیں معجزات کا منکر ہوں۔ سو میری یہ تمام شکایت خدا تعالیٰ کے جناب میں ہے اور مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے میرے حق میں فیصلہ کرے گا کیونکہ میں مظلوم ہوں''۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن۔ جلد نمبر23 ۔صفحہ نمبر334)

فرمایا کہ: ''میرا انکار، میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے، معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرا لیتا ہے۔ جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر:10) کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا جب کہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدیؐ سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اس نے معاذ اللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس امت میں نہیں اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے، معاذ اللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اسی امّت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا اُسی طرح پر جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ:4) میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی۔ بلکہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اَلْحَمْدُ سے لے کر وَالنَّاسِ تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کہ کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے۔ یہ میں از خود نہیں کہتا۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا......''۔

(ملفوظات جلد چہارم۔ صفحہ15.14 مطبوعہ لندن نومبر1984ء)

آپ فرماتے ہیں:

''مَیں قرآن و حدیث کا مصدّق و مصداق ہوں۔ مَیں گمراہ نہیں بلکہ مہدی ہوں۔ مَیں کافر نہیں بلکہ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ کا مصداق صحیح ہوں اور جو کچھ مَیں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے۔ جس کو خدا پر یقین ہے جو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مانتا ہے اس کے لئے یہی حجت کافی ہے کہ میرے منہ سے سن کر خاموش ہو جائے۔ لیکن جو دلیر اور بیباک ہے اس کا کیا علاج؟ خدا خود اس کو سمجھائے گا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ خدا کے واسطے اس امر پر غور کریں اور اپنے دوستوں کو بھی وصیت کریں کہ وہ میرے معاملے میں جلدی سے کام نہ لیں۔ بلکہ نیک نیتی اور خالی الذہن ہو کر سوچیں''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ16۔مطبوعہ لندن نومبر1984ء)

آپ تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اور پھر خدا تعالیٰ سے اپنی نمازوں میں دعائیں کرتے ہوئے مدد مانگو تا کہ رہنمائی کرے، ہدایت دے۔ فرمایا:۔

''اور پھر خدا تعالیٰ سے اپنی نمازوں میں دعائیں

قائم شدہ 1952

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ربوہ

ریلوے روڈ	اقصیٰ روڈ
6214750	6212515
6214760	6215455

پروپرائٹر۔ میاں حنیف احمد کامران

Mobile: 0300-7703500

مانگیں کہ وہ ان پر حق کھول دے اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر انسان تعصب اور ضد سے پاک ہو کر حق کے اظہار کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا تو ایک چلّہ نہ گزرے گا کہ اس پر حق کھل جائے گا۔ مگر بہت ہی کم لوگ ہیں جو ان شرائط کے ساتھ خدا تعالیٰ سے فیصلہ چاہتے ہیں اور اس طرح پر اپنی کم سمجھی یا ضدّ وتعصب کی وجہ سے خدا کے ولی کا انکار کر کے ایمان سلب کرا لیتے ہیں۔ کیونکہ جب ولی پر ایمان نہ رہے تو ولی جو نبوت کے لئے بطور میخ کے ہے اسے پھر نبوت کا انکار کرنا پڑتا ہے اور نبی کے انکار سے خدا کا انکار ہوتا ہے اور اس طرح پر بالکل ایمان سلب ہو جاتا ہے"۔

(ملفوظات۔ جلد چہارم صفحہ16۔ مطبوعہ لندن نومبر1984ء)

فرمایا: "ہماری آخری نصیحت یہی ہے کہ تم اپنے ایمان کی خبرداری کرو۔ نہ ہو کہ تم تکبر اور لاپروائی دکھلا کر خدائے ذوالجلال کی نظر میں سرکش ٹھہرو۔ دیکھو خدا نے تم پر ایسے وقت میں نظر کی جو نظر کرنے کا وقت تھا۔ سو کوشش کرو کہ تا تمام سعادتوں کے وارث ہو جاؤ۔ خدا نے آسمان پر سے دیکھا کہ جس کو عزت دی گئی اس کو پیروں کے نیچے کچلا جاتا ہے اور وہ رسول جو سب سے بہتر تھا اس کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ اس کو بدکاروں اور جھوٹوں اور افترا کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے اور اس کی کلام کو جو قرآن کریم ہے بُرے کلموں کے ساتھ یاد کر کے انسان کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ سو اس نے اپنے عہد کو یاد کیا۔ وہی عہد جو اس آیت میں ہے کہ اِنَّـا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَـهٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر:10)۔ سو آج اُسی عہد کے پورے ہونے کا دن ہے۔ اُس نے بڑے زور آور حملوں اور طرح طرح کے نشانوں سے تم پر ثابت کر دیا کہ یہ سلسلہ جو قائم کیا گیا اُس کا سلسلہ ہے۔ کیا کبھی تمہاری آنکھوں نے ایسے قطعی اور یقینی طور پر وہ خدا تعالیٰ کے نشان دیکھے تھے جو اب تم نے دیکھے؟ خدا تعالیٰ تمہارے لئے کُشتی کرنے والوں کی طرح غیر قوموں سے لڑا اور اُن پر فتح پائی۔ دیکھو آتھم کے معاملہ میں بھی ایک کشتی تھی۔ تلاش کرو آج آتھم کہاں ہے؟ سنو! آج وہ خاک میں ہے۔ وہ اسی شرط کے موافق جو الہام میں تھی چند روز چھوڑا گیا اور پھر اسی شرط کے موافق جو الہام میں تھی پکڑا گیا۔ دوسری کشتی لیکھرام کا معاملہ تھا۔ پس سوچ کر دیکھو کہ اس کشتی میں بھی خدا تعالیٰ کیسے غالب آیا؟ اور تم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ جس طرح اُس کی موت کی الہامی پیشگوئیوں میں پہلے سے علامتیں مقرر کی گئی تھیں اُسی طرح وہ سب علامتیں ظہور میں آئیں۔ خدا کے قہری نشان نے ایک قوم پر سخت سوگ وارد کیا۔ کیا کبھی تم نے پہلے اس سے دیکھا کہ تم میں اور تمہارے روبرو اس جلال سے خدا کا نشان ظاہر ہوا ہو؟ سوائے مسلمانوں کی ذرّیت! خدا تعالیٰ کے کاموں کی بے حرمتی مت کرو"۔(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد نمبر14۔صفحہ نمبر325تا327)

یہ چند اقتباسات مَیں نے سنائے ہیں۔ آپ نے مختلف پیرایوں میں اپنی صداقت کو اپنی مختلف کتب میں بیان فرمایا ہے۔ ان کی اس قدر کثرت ہے کہ ایک تقریر کیا، کئی تقریروں میں بھی ان کا احاطہ ممکن نہیں ہوسکتا۔ اور پھر اس پر جماعت احمدیہ کی گزشتہ ایک سو بیس سال سے زائد کی تاریخ پوری آب و تاب کے ساتھ اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت بھی ہر قدم پر جماعت کے ساتھ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ جہاں یہ ہر دم ہر احمدی کے ایمان کو مضبوط کرتی چلی جارہی ہے وہاں وہ سعید فطرت لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق کی جماعت میں شامل ہو رہے ہیں وہ اس امر پر مہر تصدیق ثبت کرتے چلے جارہے ہیں کہ یہی وہ خدا تعالیٰ کا فرستادہ ہے جو الٰہی تائیدات اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے جس نے اس زمانے میں جب کہ ہر طرف ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کے نظارے نظر آتے ہیں مبعوث ہو کر دنیا کو ایک ہاتھ پر جمع کر کے امن، سکون، صلح اور آشتی کی فضا قائم کرنی تھی۔

کل ہی مَیں نے بینن کے ایک شخص کا واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ احمدی اس لئے ہو گیا تھا کہ لاہور کے واقعہ پر جب خلیفۂ وقت کی طرف سے صبر اور دعا کی تلقین ہوئی تو تمام جماعت کا ردّعمل صرف صبر اور دعا تھا۔ اور اس نے کہا کہ یہ سوائے سچوں کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

مخالفین نے آج کل ایک اور شیطانی چال چلی ہوئی ہے اور اپنی طرف سے بڑے پیار سے اور بڑے پیارے انداز میں احمدیوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اے پیدائشی احمدیو! تمہارے ماں باپ اپنی کم علمی اور کم عقلی اور ذاتی مفادات کی خاطر احمدیت کو قبول کرتے رہے لیکن تم عقل سے کام لو۔ اگر انسان اندھا بھی ہو عقل سے عاری بھی ہو تو تبھی وہ اتنی جرأت کر سکتا ہے اور اس طرح کی یاوہ گوئی کرتا ہے جو آج کل یہ غیر احمدی علماء کر رہے ہیں۔ کیا تائیدات اور نشانات اور صداقت کے جو دلائل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دکھائے اور جن کو ہمارے بزرگوں نے براہ راست دیکھا اور قبول کیا ان صداقت کے نشانات کے بعد تمہاری کم علمی اور بیوقوفی پر رویا جائے یا اپنے بزرگوں پر شکوہ کیا جائے۔

اے نام نہاد علماء اور مخالفین احمدیت اور شیطان کے قدموں پر قدم مارنے والو! سن لو اور اپنے پلّے باندھ لو کہ تمہارے یہ حربے کبھی بھی ہم پر کارگر نہیں ہو سکتے۔ جس راستے سے تم نے آنا ہے آؤ۔ کبھی کسی مومن احمدی کے پائے ثبات کو ہلا نہیں سکتے۔ یاد رکھو وہ سعید روحیں جنہوں نے امام الزمان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور ہم تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور غلام صادق کی تعلیم پہنچائی ہے اور ہمیں اس الٰہی جماعت کا حصہ بنایا ہے اور جو لوگ آخرین میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنے ان بزرگوں کا یہ احسان ہم اور ہماری نسلیں تاقیامت نہیں اتار سکتیں۔ پس ہم نے تو ان کے احسان کی وجہ سے اس درخت وجود کی سرسبز شاخیں بننے کا اعزاز پایا ہے جنہوں نے تمام دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھنڈے سائے تلے لانا ہے۔ اگر آج تمہارے دجل میں آ کر کوئی بدقسمت سچائی کو پا کر پھر اس کو چھوڑ بیٹھتا ہے تو اس بات پر خوش نہ ہو کہ الٰہی جماعتوں سے سوکھی شاخوں کی شاخ تراشی خدا کی تقدیر ہمیشہ سے کرتی آئی ہے۔ جان، مال، وقت اور عزت کی قربانی کوئی کمزور ایمان نہیں دیتا۔ یہ قربانیوں کے معیار جو آج احمدی قائم کر رہے ہیں یہ صاف بتا رہے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کے اس فرستادہ پر کامل ایمان اور یقین ہے۔ اور ہر ابتلاء ہر احمدی کا ایمان پہلے سے مضبوط کرتا ہے۔ لاہور کے شہداء کی اجتماعی شہادت کے بعد تو مجھے دنیائے احمدیت کے ہر شہر اور ہر ملک سے یہ اطلاعیں آ رہی ہیں کہ جو دنیاوی کاموں میں پڑ کر مسجد سے بے تعلق اور کمزور ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی مسجد سے جڑنے کی توفیق عطا فرما دی ہے۔ بلکہ بعض تو باقاعدہ اور پرانے مسجد میں آنے والوں سے بھی پہلے آ کر مسجد میں بیٹھنے لگ گئے ہیں۔ پس کیا تمہاری ان دجّالی چالوں سے احمدیوں کا ایمان کمزور ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو تمہاری یہ خوش فہمی ہے اور ہم پر بدظنی ہے۔ ہمیشہ کی طرح یہ بدظنی تمہیں شرمندہ کرے گی بشرطیکہ تمہارے اندر شرمندہ ہونے والا دل ہو۔ تمہارے دل تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ پتھروں میں سے تو پھر بعض ایسے ہیں جن میں سے پانی کے چشمے پھوٹتے ہیں جو زندگی بخشنے کا ذریعہ ہیں۔ تمہارے دلوں اور زبانوں سے تو صرف نفرتوں کے لاووں کے علاوہ کچھ نہیں پھوٹتا جو سوائے نقصان کے اور شر کے کچھ نہیں کر سکتے۔ اے نفرتوں کے شرارے پھیلانے والو! تم وہ لوگ ہو جو ظلمتوں کے پجاری ہو اور نور سے دور ہو۔ تم اگر قرآن کریم کے علم رکھنے کا دعویٰ کرتے ہو تو خود قرآن کھول کر پڑھ لو کہ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

آج ہر احمدی مرد، عورت، بچہ اور بوڑھا اور جوان تو اپنے ایمان میں مضبوطی پیدا کرتا چلا جارہا ہے اور جیسا کہ ہم نے آج بھی دیکھا ہے کہ سعید فطرت اس منادی اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں شامل ہوتے چلے جارہے ہیں لیکن تم لوگ جانتے بوجھتے ہوئے بھی بے علم لوگوں کو حق سے دور لے جانے کی جس مذموم کوشش میں مصروف ہو اور الٰہی جماعت کے خلاف نفرتوں کے تیر چلانے کی جس مہم میں مصروف ہو یہ یقیناً تمہیں خدا کی پکڑ میں گرفتار کرے گی۔ تم پر بہت کھل کر اتمام حجت ہو چکی ہے خدا کی لاٹھی بے آواز ہے اس سے ڈرو اور اس کی فکر کرو۔ قرآنی دلائل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات، عقلی دلائل، زمینی اور آسمانی نشانات، اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادتیں اور آج تک ان کا تسلسل اور جاری تسلسل تمہاری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی مَیں عامۃ المسلمین سے بھی کہتا ہوں کہ اگر وہ میری بات پر کان دھریں اور اپنی عقل سے کام لیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ سے رہنمائی چاہیں۔ جھوٹے دعوے کرنے والوں کے حق میں خدا تعالیٰ اس طرح صداقت کے ثبوت ظاہر نہیں فرماتا۔ یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ کے سامنے یہ عذر کام نہیں آئے گا کہ ہمیں ان علماء نے ورغلایا تھا۔ پس ان نام نہاد علماء کی ہر بات پر آنکھیں بند کر کے یقین نہ کریں۔ بے نفس اور خالی الذہن ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور جھکیں۔ دعا کریں اور رہنمائی چاہیں تو پھر خدا تعالیٰ بھی رہنمائی فرماتا ہے۔ اپنے ذہنوں کو ہر قسم کے شکوک سے پاک کریں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دعا کریں تب اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے۔ آج جماعت احمدیہ میں شامل ہونے والے ہزاروں سعید لوگ جو افریقہ سے بھی لاکھوں کی تعداد میں شامل ہو رہے ہیں، عرب ممالک سے بھی شامل ہو رہے ہیں، یورپ سے بھی شامل ہو رہے ہیں، امریکہ سے بھی شامل ہو رہے ہیں، جزائر سے بھی شامل ہو رہے ہیں، ایشیا سے بھی شامل ہو رہے ہیں، ان کی یہ شمولیت اس بات کا ثبوت ہے کہ یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ سچا ہے اور آپ خدا تعالیٰ کے فرستادہ ہیں۔

مَیں احمدیوں کو پھر یاد دہانی کرواتا ہوں کہ آج جب کہ فتنہ و فساد اور مخالفت کی آندھیاں اپنا زور دکھا رہی ہیں تو ہر احمدی مرد، عورت جوان، بوڑھا، بچہ اپنے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی اور صداقت پر مزید مضبوطی پیدا کرنے کے لیے دعا کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں ایمان میں پہلے سے بڑھاتا چلا جائے اور تمام مسلمانوں کو دین واحد پر جمع ہونے کا نظارہ دکھائے اور مسلمانوں کی جو کھوئی ہوئی ساکھ اور عظمت ہے وہ دوبارہ ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ سکیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہم بڑی شان سے دنیا میں لہراتا ہوا دیکھیں۔

اب ہم دعا کریں گے۔ دعا میں جہاں جماعت کے لئے، جماعت کی ترقی کے لیے، ہر ملک میں جماعت کے پھیلنے کے لیے، احمدیوں کے ثبات قدم کے لیے، استقامت کے لیے دعا کریں وہاں واقفین زندگی کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح رنگ میں جماعت کی خدمت کے حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسیران کے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے جلد سامان پیدا فرمائے۔ شہداء کے لیے دعا کریں کہ انہوں نے جو عظیم قربانیاں دے کر ایک نئی روح ہمارے دلوں میں پھونکی ہے اس کو ہم ہمیشہ جاری رکھیں اور اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ ان شہداء کے خاندانوں کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر اور استقامت اور حوصلہ عطا فرماتا رہے اور اپنی جناب سے ان کی حفاظت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہر مشکل میں گرفتار اور مصیبت میں گرفتار احمدی کو اپنے فضل سے اس سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ دعا کرلیں۔

مضافات ربوہ میں خالی پلاٹوں کی حفاظت

ربوہ کے ماحول میں مضافاتی محلوں میں جن احباب نے پلاٹس خریدے ہوئے ہیں اور ابھی تک مکان تعمیر نہیں کئے ان پر باضابطہ قبضہ کی صورت پیدا کریں۔

ضروری ہے کہ رجسٹری کے بعد انتقال کے اندراج کروا کر موقع پر نشاندہی حاصل کر کے کم از کم چار دیواری تعمیر کریں۔ بدوں قبضہ آپ کا پلاٹ قطعی غیر محفوظ ہے۔ اکثر کالونیاں زرعی اراضی پر بنائی گئی ہیں اور مشترکہ کھاتہ میں قبضہ انتہائی ضروری ہے۔

یہ امر فوری توجہ کا متقاضی ہے اور اس پر عمل درآمد آپ کے مفاد میں ہے۔ اس سلسلہ میں اگر کوئی دقت درپیش ہو تو صدر مضافاتی کمیٹی دفتر صدر عمومی سے رابطہ فرمائیں۔

(صدر مضافاتی کمیٹی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔خط وکتابت کیلئے ہمارا پتہ یہ ہے:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TLU.K.

لدّاخ سے دریافت ہونے والی تبّتی انجیل

ماہنامہ ’’انصاراللہ‘‘ ربوہ جنوری اور مارچ 2009ء کے شماروں میں مکرم عبدالرحمٰن صاحب کے قلم سے ایک معلوماتی تاریخی مضمون شامل ہے جس میں لدّاخ کے علاقہ سے دریافت ہونے والی تبّتی انجیل پر مزید تحقیق کی ضرورت بیان کی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں حضرت عیسیٰؑ کے ہندوستان کی طرف آنے کے متعلق ایک روسی سیاح کے ذریعے لداخ (جو موجودہ انڈین کنٹرول والے کشمیر کا بدھ اکثریتی صوبہ ہے اور مذہبی طور پر تبت کے ماتحت ہے اور اسے تبت خورد یعنی چھوٹا تبت بھی کہا جاتا ہے) سے دریافت ہونے والی ایک انجیل کا ذکر فرمایا ہے۔

اس انجیل کا ذکر سب سے پہلے حضورؑ نے اپنی کتاب ’’ست بچن‘‘ میں فرمایا (جو 1895ء کی تصنیف ہے۔) پھر ’’رازحقیقت‘‘ (جو 1897ء کی تصنیف ہے) میں حضرت مسیحؑ کی ہجرت ازطرف ہندوستان کا ذکر فرمایا۔ پھر ’’کشف الغطاء‘‘ (جو 1898ء کی تصنیف ہے) میں اس انجیل کا ذکر فرمایا اور پھر اپنی کتاب ’’ایام الصلح‘‘ (جو 1898ء کی ہی تصنیف ہے) میں اس انجیل کے متعلق فرماتے ہیں:

’’حال میں جو تبت سے ایک انجیل کسی غار میں سے برآمد ہوئی ہے جس کو ایک روسی سیاح نے کمال جدوجہد سے چھپوا کر شائع کر دیا ہے جس کے شائع کرنے سے پادری صاحبان بہت ناراض پائے جاتے ہیں۔ یہ واقعہ بھی کشمیر کی قبر کے واقعہ پر ایک گواہ ہے۔ یہ انجیل پادریوں کی انجیلوں سے مضامین میں بہت مختلف اور موجودہ عقیدہ کے بہت برخلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں اس کو شائع ہونے سے روکا گیا ہے۔ مگر ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ترجمہ کر کے اس کو شائع کر دیں‘‘۔ (ایام الصلح۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 356 حاشیہ)

یہ انجیل جس کا حضور علیہ السلام نے اپنی کتب میں ذکر فرمایا ہے یہ ایک روسی سیاح نکولس ناٹووچ (Nicolas Notovitch) کی کتاب ہے۔ جس کا انگریزی میں ترجمہ The life of Saint Issa اور The Unknown Life of Jesus Christ کے نام سے چھپا۔

نکولس ناٹوچ لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان کی طرف آئے لیکن واقعہ صلیب سے پہلے تیرہ چودہ سال کی عمر میں آئے اور پھر انتیس سال کی عمر میں واپس فلسطین چلے گئے وہاں تین سال تبلیغ کی اور صلیب پر فوت ہوگئے۔

نکولس ناٹووچ ایک امیر باا ثر روسی ’’یہودی‘‘ تھا جو 1858ء میں Crimea میں پیدا ہوا۔ اگرچہ اس کے والدین یہودی تھے لیکن اس نے اور اس کے بھائی Osip Notovitch نے نوجوانی میں یونانی آرتھوڈوکس عیسائیت قبول کر لی تھی۔ ناٹووچ نے ایک صحافی کے طور پر اپنے کیریئر کا آغاز کیا تھا۔ بعد میں اس نے بارہ کتابیں لکھیں جن کا مرکزی نقطہ روس کی سیاست تھا۔ اس کی سیاسی کتابیں یورپ کے اعلیٰ سیاسی طبقے میں پڑھی جاتی تھیں کیونکہ وہ فرانسیسی اور روسی دونوں زبانوں پر دسترس رکھتا تھا اور دونوں زبانوں میں لکھتا تھا۔ اس کی کتاب Pravda Obevrejah نے اسے پوری دنیا کے یہودیوں میں تنقید کا نشانہ بنوایا (کتاب کو یہود مخالف کہا گیا) لیکن ابتداءً وہ عیسائیوں کی طرف سے تعریف کیا گیا جو زیادہ دیر تک نہ رہی۔

(Abubakr ben Ismael salahuddin, Saving the Savior, United States. 2001. Page.120-121)

نکولس اور اس کے بھائی کے یہودیت سے عیسائیت میں آنے کے متعلق Holger Kersten لکھتا ہے: ’’ناٹووچ برادران ان لوگوں میں سے تھے جو زار الیگزینڈر سوئم کی یہود مخالف پالیسی کے ہاتھوں مجبور تھے۔ اور اس بات نے (نکولس کے بھائی) Osip کو نوجوانی میں روسی آرتھوڈوکس چرچ کی طرف مائل کیا۔ نکولس نے بھی لازماً یہی قدم اٹھایا ہوگا کیونکہ وہ علی الاعلان روسی آرتھوڈوکس چرچ کے ساتھ اپنی وابستگی ایک فرنچ اخبار ’’LaPaix‘‘ میں تسلیم کر چکا تھا۔‘‘

(Jesus lived in India. published by Penguin Books New Delhi India,2001, Page 13)

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ نکولس اور اس کے بھائی نے خاص سیاسی حالات کے تحت یہودیت چھوڑ کر عیسائیت قبول کی تھی۔

ناٹووچ 1887ء میں ہندوستان کی طرف آیا۔ کشمیر کی سیاحت کے دوران لداخ کے علاقہ میں اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات بعض لاموں نے بتائے۔ اسی سفر کے دوران ہمس (Hemis) کے مقام کے قریب اس کی گھوڑے سے گر کر ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ہمس لداخ کے دارالخلافہ لیہ (Leh) کے قریب ایک قصبہ ہے۔ لوگ اس کو اٹھا کر ہمس کے بدھ مندر میں لے آئے۔ وہاں کچھ ماہ تک بدھ لامے اس کا علاج کرتے رہے اور ساتھ وہاں موجود بعض تبّتی زبان کے مخطوطات بھی اسے پڑھ کر سناتے رہے جن میں حضرت عیسیٰؑ کے ہندوستان کشمیر اور لداخ کی طرف آنے کا ذکر تھا۔ ناٹووچ نے وہ حالات اپنے مترجم کی مدد سے نوٹ کئے اور ان کو ساتھ لے کر روس چلا گیا اور وہاں ان کو چھپوانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا پھر ان کو روم لے جا کر چھپوانے کی کوشش بھی ناکام ہوئی۔ بالآخر 1890ء میں پیرس سے فرانسیسی زبان میں یہ حالات پہلی بار La Vie Inconue de Saint Issa کے نام سے چھپ گئے۔ 1895ء میں لنڈن سے The Unknown life of Christ کے نام سے چھپے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت اقدس میں لنڈن سے جو نسخہ آیا تھا وہ شاید یہ 1895ء والا ایڈیشن ہی تھا۔ اس کے بعد اس کتاب کے جرمن، سپینش اور اٹالین میں بھی تراجم ہوئے۔ 1899ء میں ’’یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی‘‘ کے نام سے اس کا اردو ترجمہ بھی مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر انڈیا سے چھپا۔

اس کتاب کی اشاعت کے بعد نکولس پر یہ تنقید کی جانے لگی کہ لداخ کی کسی بدھ لائبریری میں اس قسم کے مخطوطات موجود نہیں ہیں۔ اس پر نکولس نے ان لوگوں کو لدّاخ لے جا کر یہ مخطوطات دکھانے کی پیشکش بھی کی۔

لدّاخ میں حضرت عیسیٰ کے حالات زندگی بدھوں کی کتابوں میں موجود ہونے کا ایک اور ثبوت بھی ہے کہ نکولس سے بہت عرصہ پہلے 1812ء میں میر عزت اللہ کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے وسطی ایشیا میں سیاسی اور فوجی معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ اس سفر کے دوران وہ لداخ بھی گیا۔ واپس آنے کے بعد اس نے اپنے سفر کے حالات فارسی میں شائع کروائے جنہیں بعد میں ایک انگریز Henderson نے انگریزی میں ترجمہ کر کے شائع کروایا۔ اپنے سفرنامہ میں وہ بدھ مندروں میں حضرت عیسیٰ کے بت یا تصویروں کی موجودگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

’’وہ اپنے مندروں میں مراقبے کے لئے گزرے ہوئے بزرگوں، انبیاء اور لاموں کے مجسمے رکھتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض تصویریں یا مجسمے ایک خاص نبی کے ہیں جو آسمانوں میں رہتا ہے۔ جو کہ لگتا ہے کہ یسوع مسیح کی طرف ہی اشارہ ہے۔ مجھے ایک عمر رسیدہ شخص نے بتایا کہ اسے کامل یقین ہے کہ بائبل کے بعض حصے تبتیوں پر نازل ہوئے تھے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ان کے اصل مسودات اس زبان میں تھے جو اب سمجھی نہیں جاتی۔‘‘

(Travels in centeral Asia, Foreign Dept. Press ,Calcutta ,1872.p.13-14)

نکولس ناٹووچ سے قریباً تینتیس سال قبل ایک انگریز سیاح عورت Mrs. Harvey نے بھی اپنی کتاب The Adventures of A lady in Tartary, Thibet, China and Kashmir (مطبوعہ 1854ء) میں اس علاقہ میں ایسے مخطوطات کا ذکر کیا ہے جن میں حضرت عیسیٰؑ کے حالات ملتے ہیں۔ اسی طرح نکولس کے بعد ایک اور انگریز سیاح عورت Henrietta Merrick نے 1921ء میں ہمس جا کر ان مخطوطات کو دیکھا اور اپنے سفرنامہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

1922ء میں سوامی ابی دانندا (Swami Abhedananda) نے ہمس جا کر ان مخطوطات کو دیکھا اور ان پر ایک کتاب بنگالی زبان میں لکھی۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے اپنی کتاب ’’تحقیق جدید متعلق قبر مسیح‘‘ میں خان بہادر غلام محمد صاحب گلگتی کے نام ان کے ایک دوست کا خط شامل کیا ہے جنہوں نے ان تبّتی سکرولز پر تحقیق کی تھی اور ان سکرولز کو ہمس میں جا کر نہ صرف دیکھا بلکہ ان کی ایک نقل بھی ہمراہ لائے جو کہیں گم ہوگئی۔ یہ خط انہوں نے 1926ء میں لکھا ہے۔

1928ء میں پروفیسر Nicolai Roerich اپنی کتاب The Heart of the Asia میں وسطی ایشیا کے مختلف ممالک میں مخطوطات اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق پھیلی روایات کا ذکر کرتا ہے۔ اپنی کتاب میں وہ ہمس کے بدھ مندر میں جانے اور وہاں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے متعلق بدھ مخطوطات دیکھنے کا بھی ذکر کرتا ہے۔ اس کے بعد بھی مختلف سیاحوں کا ان مخطوطات کو دیکھنے کا ریکارڈ ملتا ہے جن کا مختصر تذکرہ ویب سائٹ www.tombofjesus.com پر موجود ہے۔ بلکہ 1974ء تک سیاحوں کے ان مخطوطات کو دیکھنے کا ریکارڈ ملتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اب یہ مخطوطات ہمس کے بدھ مندر سے غائب کر دیئے گئے ہیں یا چھپا دیئے گئے ہیں۔ کشمیر کے آثار قدیمہ کے محکمہ سے متعلقہ فدا حسنین صاحب نے متعدد بار ان مخطوطات کی تلاش میں لداخ کا سفر کیا مگر وہ ناکام رہے۔ البتہ اُنہیں نکولس کے اس علاقہ میں آنے کے بارہ میں مزید معلومات ملیں جن میں Leh میں قائم Morvian Misson سے ان کو ایک ڈاکٹر کی ڈائری میں سے نکولس کے آنے کے بارہ میں اور ہمس جانے کے بارہ میں مختصر حالات معلوم ہوئے۔ اس ڈائری کے متعلقہ صفحوں کا فوٹو اور اس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب A Search for Historical Jesus میں تفصیل سے کیا ہے۔ لیکن اب Morvian Mission کے ریکارڈ سے یہ ڈائری بھی گم کر دی گئی ہے تاہم اس کے متعلقہ صفحات کا فوٹو فدا حسنین صاحب کی کتاب اور بعض دیگر یورپی محققوں کی کتب میں محفوظ ہے۔

حالیہ برسوں میں کیلیفورنیا امریکہ کے معاشرتی علوم کے ایک ماہر Dr.Jeff Salz نے ہمس کے ان مخطوطات کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور ایک دستاویزی فلم Jesus in Himalaya کے نام سے تیار کی جو Discovery Channel پر دکھائی جا چکی ہے۔ اس تلاش میں Dr.Jeff کو ہمس کے یہ تبّتی مخطوطات تو نہ مل سکے کیونکہ ہمس کے گونپے کے لاموں نے ان کے بارہ میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور بتایا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ سکرولز اس گونپے کے Dark store room میں ہوں جسے کھولنے کا اختیار صرف دلائی لاما کو ہے تاہم لاموں نے اسے یہ ضرور بتایا کہ انہوں نے بھی حضرت عیسیٰؑ کے اس علاقہ میں آنے کے بارہ میں سن رکھا ہے۔ Dr. Jeff کو لداخ کے دیگر علاقوں سے بھی لوگوں کی زبانی روایات سے حضرت عیسیٰؑ کے اس علاقہ میں آنے کا پتہ چلا۔

جواہر لال نہرو اپنی کتاب Glimpses of the World History (تاریخِ عالم پر ایک نظر)

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 2 جولائی 2008ء میں مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ کا کلام شامل اشاعت ہے۔ اِس کلام میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

ہم جسم ہیں اور جان خلافت میں ہے اپنی
زندہ ہمیں کر دیتا ہے عنوانِ خلافت
اس سائے میں عافیت و آرام بہت ہے
تاحدِ زمیں پھیلا ہے دامانِ خلافت
اک تار میں بکھرے ہوئے دانوں کو پرویا
کچھ کم تو نہیں ہم پہ یہ احسانِ خلافت
میں چاہوں بھی گننا تو نہ گن پاؤں گی ہرگز
بارش کی طرح برسے ہیں فیضانِ خلافت
یہ نعمتِ عظمیٰ ہے یہ بخشش ہے خدا کی
منہاجِ نبوت میں نہاں جانِ خلافت

میں لکھتے ہیں:

’’تمام وسطی ایشیا میں یعنی کشمیر، لداخ، تبت بلکہ اس سے بھی آگے تک لوگوں کا یہ کامل یقین ہے کہ حضرت عیسیٰ یہاں آئے تھے‘‘۔

(جلد اول۔ مترجم طاہر منصور فاروقی۔ اشاعت 1995ء۔ صفحہ 138)

نکولس کی کتاب The Unknown Life of Jesus Christ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصے میں نکولس کے اپنے سفر کا احوال ہے اور دوسرے حصہ میں بدھ دستاویزات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی والے حصہ کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ اس حصہ کے چودہ ابواب میں تفصیل سے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش اور زندگی کے ہر پہلو کا ذکر ہے۔ ہجرت کے واقعات میں سندھ، ہندوستان، ایران اور شام کے علاقوں میں آمد اور مذہبی مباحث کا ذکر ہے۔ یہودیوں کی ایذاء رسانیوں اور سازشوں کے ذکر کے بعد 33 سال کی عمر میں صلیب دئے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ تیسرے دن یہودیہ کے حاکم نے مسیح کی لاش کو نکلوا کر کسی خفیہ جگہ دفن کروا دیا۔ اس طرح اس انجیل کے مطابق مسیح کے آسمان پر جانے کا عقیدہ بے بنیاد ہے۔

نکولس نے جو ترجمہ ان تبّتی سکرولز کا پیش کیا ہے، اُس پر کئی سوالات اٹھتے ہیں۔ اُس کے مطابق مسیحؑ بچپن میں ہندوستان آئے یہاں تعلیم پائی اور پھر 29 سال کی عمر میں واپس جا کر فلسطین میں تین سال تبلیغ کی اور صلیب پر وفات پا گئے۔ لیکن وہ خود اپنی کتاب میں تسلیم کرتا ہے کہ بعض واقعات مسیحؑ کے صلیب کے بعد بت پرست اور آتش پرست اقوام میں تبلیغ کے بھی ملے ہیں۔ تاہم یہ واقعات نکولس کے بقول بے ربط تھے کیونکہ عیسائی عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے تھے۔ تاہم پھر بھی حقائق سے مجبور ہو کر اس نے یہ اقرار کر لیا کہ حضرت مسیحؑ کے واقعہ صلیب کے بعد بھی اُن کی وہاں موجودگی کے شواہد ملتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:

’’یسوع کے متعلق تفصیلات جو وہاں مسودات میں ہیں وہ بے ربط اور بایں ہمہ دوسرے ایسے واقعات کے ساتھ تضاد رکھتی ہیں جن کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں بنتا۔ مسودات ہمیں بتاتے ہیں، سب سے پہلے جس سال یسوع کی وفات ہوئی اسی سال یہودیہ سے آئے ہوئے تاجروں کی زبانی کہ ایک نیک آدمی جس کا نام عیسیٰ تھا جو ایک اسرائیلی تھا خدا کا برگزیدہ بندہ ہونے کی وجہ سے قاضیوں کے دو دفعہ بری قرار دیئے جانے کے باوجود بالآخر ایک مشرک گورنر پیلاطوس کے حکم سے تختہ دار پر لٹکایا گیا، جو خوفزدہ تھا کہ عیسیٰ اپنی اچھی شہرت کی وجہ سے اسرائیل کی بادشاہت دوبارہ قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے اور پھر اس ملک کے حکمرانوں کو ملک سے باہر نہ نکال دے۔

بعد ازاں (یعنی اس وفات کے واقعہ کے بعد) آتش پرستوں اور بت پرستوں کے درمیان یسوع کی تبلیغ کے بے ربط واقعات کا بیان ملتا ہے۔ (نکولس کے بقول) یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ واقعات عیسیٰ کی وفات کے بعد پہلے سال میں لکھے گئے ہوں جس کی زندگی کے بارہ میں ایک زندہ اور بڑھتا ہوا جوش دکھایا گیا ہے۔‘‘

(The Unknown Life of Jesus Christ, copyrite by, G. W. Dillaingham, 1890. P.227-228)

کیونکہ نکولس عیسائی تھا اور صلیب کے بعد والے واقعات کو اس نے بڑی مہارت سے اپنے عقیدہ کے مطابق کرنے کے لئے صلیب سے پہلے کا لکھ دیا۔ نکولس نہ صرف عیسائی تھا بلکہ اس سے قبل وہ یہودی تھا اور بعض سیاسی حالات کی وجہ سے عیسائیت میں آیا تھا اور اس کے اس ترجمے میں یہودی جھلک زیادہ نظر آتی ہے کہ وہ بیان کرتا ہے کہ یہودی قاضیوں نے تو مسیح کو بری کر دیا تھا لیکن پیلاطوس نے زبردستی مسیح کو صلیب دیدی اور مسیح کی لاش کو نکال کر کسی اور جگہ دفن کروا دیا۔ اس کے ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ یہود کو مسیح کے صلیب دلوانے کے الزام سے بچانا چاہتا ہے اور عام عیسائی عقیدہ کے برخلاف یہ عقیدہ پیش کرتا ہے کہ مسیح آسمان پر جانے کی بجائے زمین میں دفن ہیں۔ نیز اناجیل میں کیونکہ مسیح کے بچپن کا زیادہ تذکرہ نہیں ہے اور تیرہ چودہ سال کے بعد دوبارہ تیس سال کی عمر میں مسیح اناجیل میں ظاہر ہوتے ہیں اور نکولس کے پاس یہ اچھا موقع آ گیا کہ ثابت کر دے کہ یہ بچپن کا عرصہ مسیح نے ہندوستان میں گزارا۔ اپنی خود ساختہ ترتیب کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے: ’’میں نے عیسیٰ کی زندگی کے متعلق ملنے والے بے ربط دستاویزات کو بلحاظِ زمانہ ترتیب دیا ہے اور ان کے باہمی ربط کے لیے جو اس سے پہلے مفقود تھا، سخت محنت کی ہے۔‘‘

نکولس کی بیان کردہ معلومات کے حوالہ سے جناب پیام شاہجہانپوری صاحب لکھتے ہیں:

’’ایک سوال حل طلب رہ جاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے واقعہ صلیب سے بعد جن دو اقوام میں تبلیغ کی وہ کہاں آباد تھیں؟ مسٹر نوٹو وچ کی کتاب میں ان اقوام کے لیے دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں ایک "Guebers" یعنی آتش پرست جو دراصل فارسی لفظ ’’گبر‘‘ کی انگریزی شکل ہے۔ دوسرا لفظ "Pagans" ہے جس کے معنی ہیں ’’غیر اہلِ کتاب‘‘ یعنی ایسے لوگ جو اہلِ کتاب نہ ہوں بلکہ مظاہر پرست، مشرک اور بت پرست ہوں۔ سب جانتے ہیں کہ آتش پرست جنہیں پارسی بھی کہتے ہیں ایران میں آباد تھے۔ گویا حضرت مسیحؑ واقعہ صلیب کے بعد ابتدائی برسوں میں ایران تشریف لے گئے تھے۔ اور وہاں آباد آتش پرستوں کو تبلیغ کی تھی۔ دوسری قوم جسے حضرت مسیحؑ نے صلیب کے بعد تبلیغ کی وہ مظاہر پرست، مشرک اور بت پرست تھی۔ یہ لوگ ایران سے متصل ملک ہندوستان میں آباد تھے جن کے بتوں کی تعداد لاکھوں بلکہ کروڑوں تک بیان کی جاتی ہے۔ گویا دنیا کی سب سے بڑی بت پرست قوم ہندوستان میں آباد تھی۔ بدھ لاماؤں کی دستاویز اور خود مسٹر نوٹو وچ کی کتاب کی رو سے حضرت مسیحؑ ایران سے ہندوستان تشریف لائے اور یہاں آباد بت پرستوں میں تبلیغ کی جو دراصل ایران کے آتش پرستوں کی طرح بنی اسرائیل تھے مگر ہندوستان میں آباد بت پرستوں کے زیر اثر بت پرست بن گئے تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جنہیں حضرت مسیحؑ نے اڑیسہ، بنارس اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں دین کی دعوت دی تھی۔ پس ان شواہد سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ ابتدائی عمر میں ایران، ہندوستان اور چین تشریف نہیں لائے بلکہ واقعہ صلیب کے بعد آپؑ نے یہ سفر اختیار کیا اور ان اطراف میں یہی ان کا پہلا اور آخری سفر تھا‘‘۔

(مسیح کی گمشدہ زندگی۔ ادارہ تاریخ و تحقیق۔ این ۲۳ عوامی فلیٹس۔ ریواز گارڈن۔ لاہور۔ سن اشاعت 1992۔ صفحہ 130۔131)

محترم شیخ عبدالقادر صاحب محقق عیسائیت اس کے متعلق بیان کرتے ہیں:

’’ہندوستان اور تبت میں دو قسم کی روایات مشہور تھیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت مسیحؑ بچپن میں یہاں آئے اور دوسری یہ کہ واقعہ صلیب کے بعد یہاں آئے۔ بھوشیہ پران (جو ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب ہے) میں حضرت مسیحؑ کا مکالمہ راجہ شالباہن سے درج ہے۔ اس میں بچپن میں آمد کا مطلقاً ذکر نہیں بلکہ یہ لکھا ہے کہ نبوت کے بعد جب دشمنوں نے عرصہ حیات تنگ کر دیا تو عیسیٰ مسیح اپنے وطن سے ہجرت کر کے ہمالیہ دیش میں آ گئے۔

بھوشیہ پران میں چونکہ حضرت مسیحؑ کا اپنا مکالمہ درج ہے جو کہ (کشمیر کے ایک راجہ) راجہ شالباہن سے ہوا۔ آپ نے اس میں یہ ذکر نہیں کیا کہ میں یہاں بچپن میں آیا تھا بلکہ بعثت کے بعد ہجرت کا ذکر کیا ہے اس لیے بچپن میں آمد والی روایت صحیح نہیں ہو سکتی‘‘۔

(تبت کی خانقاہوں میں حضرت مسیحؑ کی نامعلوم زندگی کے حالات۔ ماہنامہ ’’الفرقان‘‘ ربوہ مارچ 1963ء)

بہرحال ناٹووچ نے ان تبّتی مخطوطات کا ترجمہ خالصۃً محققانہ ذہن سے نہیں کیا بلکہ اپنے عقیدہ کے مطابق کیا ہے۔ یہ دعویٰ کہ مخطوطات میں صلیب سے پہلے کے واقعات بھی ملتے ہیں، دراصل یہ بدھ لوگوں کا افتراء ہے کہ جب اُن کے ہاں حضرت مسیحؑ کے ہندوستان، کشمیر اور تبت آنے کے واقعات مشہور تھے تو انہوں نے ان کو بچپن کے واقعات بنا دیا تا کہ یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت مسیحؑ ان سے تعلیم حاصل کرنے آئے تھے کیونکہ بدھ علماء یہ تسلیم نہیں کر سکتے تھے کہ حضرت بدھ کے بعد کوئی مصلح باہر سے اس خطے میں آئے اور اُن کو تعلیم دے۔ احساسِ برتری کے باعث بدھ لاماؤں نے مسیحؑ کو بدھ مذہب کا ایک شاگرد ظاہر کیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان مخطوطات کا جب تبّتی میں ترجمہ ہوا تو اس وقت کے بدھ علماء نے حضرت مسیحؑ کے واقعات میں ردّ و بدل کر دیا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی کتب میں حضرت مسیحؑ کے صلیب سے پہلے آنے کے نظریئے کی تردید کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

’’اور بدھ مذہب کی کتابوں میں جو اُن کے (حضرت مسیح) ان ملکوں میں آنے کا ذکر لکھا گیا ہے اس کا وہ سبب نہیں جو لانبے بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے گوتم بدھ کی تعلیم استفادہ کے طور پر پائی تھی۔ ایسا کہنا ایک شرارت ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو واقعہ صلیب سے نجات بخشی تو انہوں نے بعد اس کے اُس ملک میں رہنا قرین مصلحت نہ سمجھا اور جس طرح قریش کے انتہائی درجہ ظلم کے وقت یعنی جبکہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا آنحضرت ﷺ نے اپنے ملک سے ہجرت فرمائی تھی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کے انتہائی ظلم کے وقت یعنی قتل کے ارادہ کے وقت ہجرت فرمائی اور چونکہ بنی اسرائیل بخت النصر کے حادثہ میں متفرق ہو کر بلاد ہند، کشمیر، تبت، ہزارا اور چین کی طرف چلے آئے تھے اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے ان ہی ملکوں کی طرف ہجرت کرنا ضروری سمجھا۔‘‘

(راز حقیقت۔ روحانی خزائن جلد 14۔ صفحہ 162 بقیہ حاشیہ)

اپنی کتاب ’’مسیح ہندستان میں‘‘ بھی حضورؑ نے اس مضمون کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور ایسے محققین کی جو پہلی صدی عیسوی میں بدھ ازم کو مسیح کے ذریعے ہندوستان سے فلسطین لے کر جاتے ہیں یا اس بارہ میں پریشان ہیں کہ بدھ کی تعلیم مسیحیت کی تعلیم میں کیسے شامل ہو گئی، راہنمائی فرمائی ہے کہ بدھ علیہ السلام کی تعلیم میں ان کے بعد اس خطے یعنی ہندوستان میں متیا نامی ایک ریفارمر کے آنے کی پیشگوئی تھی۔ چنانچہ جب مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد اس خطے میں آئے تو بدھ لوگوں نے ان کو ایک بدھ کے روپ میں قبول کر لیا اور اس وقت تک بدھ مت کی تعلیم تحریری شکل میں نہیں آئی تھی۔ بدھ مت کی تعلیم تحریری شکل میں مسیح کے بعد آئی اور اس طرح مسیح کے واقعات اور تعلیم میں سے بعض حصوں کو بدھ کے واقعات اور تعلیم میں شامل کر دیا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطابق بدھ مت کو ہندوستان سے فلسطین لے کر جانے کی بجائے مسیح کے قدموں کو کشمیر، تبت اور لداخ میں تلاش کرو تو واضح ہو جائے گا کہ مسیح ان ملکوں میں آ کر ان علاقوں کے مذاہب پر اثر انداز ہوئے، نہ کہ ان مذاہب نے مسیحیت کو متاثر کیا۔

بہرحال ان سکرولز کی تلاش کرنی چاہیے تا کہ مزید حقائق سامنے آ سکیں کیونکہ نکولس کا ترجمہ قابلِ اعتبار نہیں۔ جب تک یہ مخطوطات اپنی اصل شکل میں سامنے نہیں آتے اس وقت تک حتمی طور پر ان کے بارہ میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بدھ مخطوطات صرف ہمس کے گونپے میں ہی نہ تھے بلکہ اصل مخطوطات پالی زبان میں تھے جو لاسہ (تبت) میں تھے جن کی نقول کر کے مختلف بدھ مندروں میں رکھوائی گئی تھیں جس کا ذکر خود نکولس اپنی کتاب میں اس علاقہ کے لاموں کے حوالہ سے کرتا ہے۔ اس لئے لداخ، تبت اور نیپال کے قدیم اور بڑے بدھ مندروں کی لائبریریوں میں ان کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز بعض قدیم گونپوں میں کتابیں دفن کرنے کا بھی رواج تھا۔ ان گونپوں کا پتہ چلا کر پرانی کتابوں کو نکالنے کی کوشش کی جائے تو عین ممکن ہے کہ کہیں سے یہ سکرولز یا ان سے ملتے جلتے دوسرے کچھ شواہد مل جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی زندگی میں یہ کام کروانا چاہتے تھے اور حضورؑ نے ایک وفد اس تحقیق کے لئے تیار کر کے اُن کو پالی زبان کی بدھ کتب دیکھنے کا ارشاد فرمایا اور دیگر نصائح بھی فرمائیں۔ اس کا ذکر کتاب ’’راز حقیقت‘‘ میں موجود ہے۔ لیکن یہ قافلہ بعض وجوہات کی بنا پر نہ جا سکا اور ابھی تحقیق کا یہ میدان خالی ہے۔ یعنی کشمیر، سوات، لداخ، تبت، بنارس اور نیپال میں جا کر پرانے بدھ گونپے دیکھے جائیں اور پالی زبان کی قدیم کتب کو دیکھا جائے نیز قدیم تبّتی کتب کو بھی دیکھا جائے۔ اس کام کے لیے پالی اور تبّتی زبان کے ماہرین کی بھی ضرورت ہے۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 05 جولائی 2008ء میں مکرم عبدالسلام صاحب کا کلام بعنوان ’’حضور انور کا دورہ کینیڈا‘‘ شامل اشاعت ہے۔ اِس کلام میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

اجڑے ہوئے گلشن میں آثار نمو پیدا
پت جھڑ کا گیا موسم، پلٹی ہے ہوا شاید
مفلوج زمانے میں حرکت سی ہوئی پیدا
وہ اپنی نگاہوں سے دیتا ہے شفا شاید
امید و تمنا کی ہر سو ہیں کھلی کلیاں
ہر موج نفس اس کی ہے بادِ صبا شاید
ہر جنبشِ لب اس کی پیغام ہے ہستی کا
ہے بانٹتا دنیا میں وہ آبِ بقا شاید

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

8th April 2011 – 14th April 2011

Please note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday 8th April 2011

00:00 MTA World News & Khabranama
00:45 Tilawat
01:00 Insight & Science and Medicine Review
01:35 Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 31st October 1996.
02:40 Historic Facts
03:15 MTA World News & Khabranama
03:55 Tarjamatul Qur'an class: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 6th April 1995.
05:00 Jalsa Salana Germany: concluding address delivered by Huzoor, on 28th August 2005.
06:05 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Historic Facts
07:00 Adaab-e-Zindagi
07:30 Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat class with Huzoor, recorded on 2nd April 2011.
08:35 Siraiki Service
09:05 Rah-e-Huda
10:35 Indonesian Service
11:55 Tilawat
12:05 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:00 Live Friday sermon: delivered by Huzoor from Baitul Futuh Mosque, London.
14:10 Dars-e-Hadith
14:20 Bengali Service
15:25 Real Talk
16:30 MTA Variety
16:50 Friday Sermon [R]
18:00 Adaab-e-Zindagi [R]
18:30 Majlis Ansarullah UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor, on 26th September 2004.
19:30 Yassarnal Qur'an
20:00 Fiq'ahi Masa'il
20:35 Friday Sermon [R]
21:45 Science and Medicine Review & Insight
22:20 Rah-e-Huda [R]

Saturday 9th April 2011

00:00 MTA Variety
00:25 Tilawat
00:45 International Jama'at News
01:10 Liqa Ma'al Arab: rec. on 5th November 1996.
02:15 MTA Variety
02:50 Friday Sermon: rec. on 8th April 2011.
03:55 Adaab-e-Zindagi
04:25 Rah-e-Huda
06:00 Tilawat
06:15 Dars-e-Hadith
06:30 International Jama'at News
07:05 Yassarnal Qur'an
07:35 Jalsa Salana Scandinavia: address delivered by Huzoor, on 17th September 2005, from the ladies Jalsa Gah.
08:35 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Recoded on 15th August 1999. Part 2.
09:50 Friday Sermon [R]
11:00 Indonesian Service
12:05 Tilawat
12:35 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan: poem request programme.
13:50 Bangla Shomprochar
14:50 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna class with Huzoor, recorded on 9th April 2011.
16:20 Rah-e-Huda
18:15 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna class [R]
19:25 Faith Matters: an English question and answer programme.
20:30 International Jama'at News
21:15 Intikhab-e-Sukhan [R]
22:20 Rah-e-Huda [R]
23:55 Friday Sermon [R]

Sunday 10th April 2011

01:20 Tilawat
01:35 Dars-e-Hadith
01:50 Liqa Ma'al Arab: rec. on 6th November 1996.
03:20 Friday Sermon: rec. on 8th April 2011.
04:35 Yassarnal Qur'an
04:55 Faith Matters
06:00 Tilawat
06:15 Dars-e-Hadith
06:25 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna class with Huzoor, recorded on 9th April 2011.
07:30 Children's Corner
08:00 Faith Matters
09:05 Jalsa Salana Qadian: concuding address delivered by Huzoor, on 28th December 2005.
10:00 Indonesian Service
11:00 Spanish Service: Spanish translation of the Friday sermon, recorded on 2nd January 2007.
12:05 Tilawat
12:15 Yassarnal Qur'an
12:35 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:00 Bengali Service
14:00 Friday Sermon [R]
15:05 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam class with Huzoor, recorded on 10th April 2011.
16:30 Faith Matters [R]
17:35 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 MTA Variety
18:30 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam class [R]
19:30 Real Talk
20:35 Children's Corner [R]
21:05 Jalsa Salana Qadian [R]
22:00 Friday Sermon [R]
23:05 Ashab-e-Ahmad

Monday 11th April 2011

00:20 Tilawat
00:30 Yassarnal Qur'an
00:50 International Jama'at News
01:25 Moshaa'irah
02:20 Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 7th November 1996.
03:55 Friday Sermon: rec. on 8th April 2011.
04:55 Faith Matters
06:00 Tilawat
06:15 Dars-e-Hadith
06:25 International Jama'at News
07:00 Seerat-un-Nabi (saw)
07:40 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna class with Huzoor, recorded on 9th April 2011.
08:55 Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 24th November 1997.
10:00 Indonesian Service: Indonesian translation of the Friday sermon, delivered on 28th January 2011.
11:10 Dars-e-Malfoozat
11:50 Tilawat
12:00 International Jama'at News
12:30 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:00 Bangla Shomprochar
14:05 Friday Sermon: rec. on 8th July 2005.
15:10 Dars-e-Malfoozat [R]
16:20 Rah-e-Huda
18:00 MTA Variety
18:30 Arabic Service
19:35 Liqa Ma'al Arab: rec. on 12th November 1996.
20:40 International Jama'at News
21:15 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna class [R]
22:25 Dars-e-Malfoozat [R]
23:00 Friday Sermon [R]

Tuesday 12th April 2011

00:00 MTA Variety
00:40 Tilawat
01:00 Insight & Science and Medicine Review
01:35 Liqa Ma'al Arab: rec. on 12th November 1996.
02:40 MTA Variety
03:30 Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 24th November 1997.
04:45 Jalsa Salana Australia: address delivered by Huzoor, on 15th April 2006, from the ladies Jalsa Gah.
06:00 Tilawat
06:15 Dars-e-Malfoozat
06:30 Science and Medicine Review & Insight
07:05 Yassarnal Qur'an
07:30 Spectrum
08:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam class with Huzoor, recorded on 10th April 2011.
09:00 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests. Recoded on 27th November 1999.
10:00 Indonesian Service
11:00 Sindhi Service: Sindhi translation of the Friday sermon, delivered on 28th May 2010.
12:10 Tilawat
12:20 Zinda Log
12:55 Science and Medicine Review & Insight
13:25 Bangla Shomprochar
1425 Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor, on 29th June 2003.
15:30 Historic Facts
16:25 Rah-e-Huda
18:00 MTA Variety
18:30 Arabic Service
19:30 Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 8th April 2011.
20:30 Science and Medicine Review & Insight
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam class [R]
22:10 Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema [R]
23:05 Real Talk

Wednesday 13th April 2011

00:05 MTA Variety
00:40 Tilawat
00:45 Dars-e-Malfoozat
01:15 Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 13th November 1996.
02:15 Learning Arabic
03:00 Spectrum
04:05 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests. Recoded on 27th November 1999.
05:10 Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor, on 29th June 2003.
06:05 Tilawat
06:20 Dua-e-Mustaja'ab
06:40 Yassarnal Qur'an
07:15 Masih Hidustan Main
08:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna class with Huzoor, recorded on 9th April 2011.
09:15 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests. Recoded on 3rd December 1995. Part 2.
10:00 Indonesian Service
11:05 Swahili Service
12:15 Tilawat
12:30 Dars-e-Malfoozat
12:50 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:20 Friday Sermon: rec. on 15th July 2005.
14:20 Bangla Shomprochar
15:40 Dua-e-Mustaja'ab [R]
16:20 Fiq'ahi Masa'il
16:55 Dars-e-Malfoozat [R]
17:25 Attractions of Australia
18:00 MTA Variety
18:30 Majlis Ansarullah UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor, on 26th September 2004.
19:15 Dua-e-Mustaja'ab [R]
19:35 Real Talk
20:40 Yassarnal Qur'an [R]
21:05 Fiq'ahi Masa'il [R]
21:40 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna class [R]
22:45 Friday Sermon [R]
23:50 MTA Variety

Thursday 14th April 2011

00:25 Tilawat
00:50 Dars-e- Malfoozat
01:10 Liqa Ma'al Arab: rec. on 14th November 1996.
02:10 Fiqahi Masail
02:40 MTA Variety
03:15 Masih Hidustan Main
04:00 Dua-e-Mustaja'ab
04:15 Friday Sermon: rec. on 15th July 2005.
05:15 Jalsa Salana Mauritius: concluding address delivered by Huzoor, on 4th December 2005.
06:00 Tilawat
06:25 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam class with Huzoor, recorded on 10th April 2011.
07:30 Yassarnal Qur'an
07:55 Faith Matters
09:00 Kuch Yaadain Kuch Baatain
09:50 Indonesian Service
10:55 Pushto Service
11:50 Tilawat
12:10 Zinda Log
13:00 Bengali Service: Bengali translation of the Friday sermon, recorded on 8th April 2011.
14:05 Tarjamatul Qur'an class: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 26th April 1995.
15:20 Moshaa'irah
16:15 Faith Matters [R]
17:25 Yassarnal Qur'an
17:50 Dars-e- Malfoozat
18:20 Jalsa Salana Qadian: an address delivered by Huzoor, on 27th December 2005, from the ladie's Jalsa Gah.
19:35 Kuch Yaadain Kuch Baatain [R]
20:10 Faith Matters [R]
21:10 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam class [R]
22:30 Tarjamatul Qur'an class [R]
23:55 Dars-e- Malfoozat [R]

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London
TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org
Vol 18 Friday 01 April, 2011 Issue No. 13

مخالفین کا یہ وہم ہے کہ وہ کسی احمدی کو بھی ایمان سے پھرا سکیں گے۔ لاہور کی شہادتوں کے بعد نوجوانوں اور نومبائعین میں پہلے سے زیادہ ایمان اور یقین پیدا ہوا ہے۔

قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور پیشگوئیوں کے حوالہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے متفرق دلائل اور نشانات کا تذکرہ

اے نفرتوں کے شرارے پھیلانے والو! تم وہ لوگ ہو جو ظلمتوں کے پجاری ہو اور نور سے دور ہو۔ الٰہی جماعت کے خلاف نفرتوں کے تیر چلانے کی جس مہم میں تم مصروف ہو یہ یقیناً تمہیں خدا کی پکڑ میں گرفتار کرے گی۔ تم پر بہت کھل کر اتمام حجت ہو چکی ہے۔ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے اس سے ڈرو۔

قرآنی دلائل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات، عقلی دلائل، زمینی و آسمانی نشانات، اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادتیں اور آج تک ان کا جاری تسلسل تمہاری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونا چاہئے۔

آج جبکہ فتنہ و فساد اور مخالفت کی آندھیاں زور دکھا رہی ہیں ہر احمدی مرد، عورت، جوان، بوڑھا، بچہ اپنے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی اور صداقت پر مزید مضبوطی پیدا کرنے کے لئے دعا کرے۔ اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں ایمان میں پہلے سے بڑھاتا چلا جائے۔

شہداء کے لئے دعا کریں کہ انہوں نے جو عظیم قربانیاں دے کر ایک نئی روح ہمارے دلوں میں پھونکی ہے اس کو ہمیشہ جاری رکھیں اور اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔

(جماعت احمدیہ برطانیہ کے 44ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر یکم اگست 2010ء کو حدیقۃ المہدی (آلٹن) میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز، ولولہ انگیز اختتامی خطاب)

(دوسری اور آخری قسط)

نشان کے بارہ میں فرمایا: کہ ''نشان خداتعالیٰ کا یہ قول ہے کہ وَلَوْتَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (الحاقة:45-47)۔ یعنی اگر یہ نبی ہمارے پر افترا کرتا تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ پھر اس کی وہ رگ کاٹ دیتے جو جان کی رگ ہے۔ یہ آیت اگرچہ آنحضرت ﷺ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے معنوں میں عموم ہے۔ جیسا کے تمام قرآن شریف میں بھی محاورہ ہے کہ بظاہر اکثر امر و نہی کے مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں لیکن ان احکام میں دوسرے بھی شریک ہوتے ہیں یا وہ احکام دوسروں کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ یہ آیت فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (بنی اسرائیل:24) یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کر جن میں ان کی بزرگی کا لحاظ نہ ہو۔ اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن دراصل مرجع کلام اُمّت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور والدہ آپ کی خوردسالی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جب کہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تُو اپنے والدین کی عزّت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ، تو پھر دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئے......''۔

فرمایا کہ: ''...........آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو فرمایا کہ اگر وہ ہمارے پر کچھ افترا کرتا تو ہم اس کو ہلاک کر دیتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف خداتعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ غیرت اپنی ظاہر کرتا ہے کہ آپ اگر مفتری ہوتے تو آپ کو ہلاک کر دیتا مگر دوسروں کی نسبت یہ غیرت نہیں ہے اور دوسرے خواہ کیسا ہی خدا پر افتراء کریں اور جھوٹے الہام بنا کر خدا کی طرف منسوب کر دیا کریں ان کی نسبت خدا کی غیرت جوش نہیں مارتی۔ یہ خیال جیسا کہ غیر معقول ہے ایسا ہی خدا کی تمام کتابوں کے برخلاف بھی ہے اور اب تک توریت میں بھی یہ فقرہ موجود ہے کہ جو شخص خدا پر افترا کرے گا اور جھوٹا دعویٰ نبوت کا کرے گا وہ ہلاک کیا جاوے گا۔ علاوہ اس کے قدیم سے علماء اسلام آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کو عیسائیوں اور یہودیوں کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے لیے بطور دلیل پیش کرتے رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک کسی بات میں عموم نہ ہو وہ دلیل کا کام نہیں دے سکتی۔ بھلا یہ کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر افترا کرتے تو ہلاک کیے جاتے اور تمام کام بگڑ جاتا لیکن اگر کوئی دوسرا افترا کرے تو خدا ناراض نہیں ہوتا بلکہ اُس سے پیار کرتا ہے اور اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ مہلت دیتا ہے اور اس کی نصرت اور تائید کرتا ہے۔ اس کا نام تو دلیل نہیں رکھنا چاہیے بلکہ یہ تو ایک دعویٰ ہے کہ جو خود دلیل کا محتاج ہے۔ افسوس میری عداوت کے لئے ان لوگوں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے نشانوں پر بھی حملے کرنے لگے۔ چونکہ ان لوگوں کو معلوم ہے کہ میرے اس دعویٰ وحی اور الہام پر پچیس سال سے زیادہ گزر چکے ہیں ......''۔ فرمایا کہ ''اور ابھی معلوم نہیں کہ کہاں تک خداتعالیٰ کے علم میں میرے ایّام دعوت کا سلسلہ ہے اس لیے یہ لوگ باوجود مولوی کہلانے کے یہ کہتے ہیں کہ ایک خدا پر افترا کرنے والا اور جھوٹا ملہم بننے والا اپنے ابتدائے افترا سے تیس سال تک بھی زندہ رہ سکتا ہے اور خدا اس کی نصرت اور تائید کر سکتا ہے اور اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کرتے۔ اے بیباک لوگو! جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔ جو کچھ خدا نے اپنے لطف و کرم سے میرے ساتھ معاملہ کیا یہاں تک کہ اس مدت دراز میں ہر ایک دن میرے لئے ترقی کا دن تھا اور ہر ایک مقدمہ جو میرے تباہ کرنے کے لیے اٹھایا گیا خدا نے دشمنوں کو رسوا کیا۔ اگر اس مدت اور اس تائید و نصرت کی تمہارے پاس کوئی نظیر ہے تو پیش کرو ورنہ بموجب آیت وَلَوْتَقَوَّلَ عَلَيْنَا یہ نشان بھی ثابت ہو گیا اور تم اس سے پوچھے جاؤ گے''۔

(حقیقة الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ 213تا215)

اور یہ سلوک آج تک آپ کی جماعت سے ہو رہا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے ذکر کیا تھا جو سعید فطرت لوگ ہیں وہ خوابیں دیکھ کر جماعت میں شامل ہو رہے ہیں اور ہر سال ہو رہے ہیں اور ان کی ایک بڑی تعداد ہے جو خوابیں دیکھ کر شامل ہوئی ہے۔ ان کو تو خداتعالیٰ کی طرف سے منذر خوابیں آنی چاہئیں تھیں کہ جس مسیح و مہدی کی جماعت میں شامل ہونے کہ لیے تم استخارے کر رہے ہو، اس کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے خدا سے رہنمائی طلب کر رہے ہو تو ہوشیار ہو جاؤ یہ تو جھوٹا ہے ہم نے تو (نعوذ باللہ) اسے ذلیل و رسوا کرنا ہے بلکہ کر دیا ہے۔ آج دشمن ایک ہو کر جماعت کو ختم کرنے کی کس قدر کوشش کر رہے ہیں اَور یہ سازشیں جیسا کہ مَیں نے کہا اور ملکوں میں بھی پھیل رہی ہیں۔ چند ملکوں تک محدود نہیں ہیں بلکہ بین الاقوامی ہو چکی ہیں۔ اگر یہ امام مہدی اور مسیح موعود خدا کی طرف سے نہ آیا ہوتا تو وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کا نشان پورا ہوتا۔ پس یہ خداتعالیٰ کا لگایا ہوا پودا ہے جو کسی انسان کی کوششوں سے ختم نہیں ہو سکتا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آ جائے تو آپؐ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے۔ اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہو کر آئیں گے تو شان نبوت تو ان سے منقطع نہیں ہو گی گو اُمتیوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں...........''۔

حاشیہ میں فرمایا: ''چونکہ حدیثوں میں آنے والے مسیح موعود کو اُمّتی لکھا ہے کیونکہ درحقیقت وہ اُمّتی ہے۔ اس لیے نادان علماء کو دھوکہ لگا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُمّتی ٹھہرا دیا حالانکہ ہمارے دعویٰ پر یہ ایک نشان تھا کہ مسیح موعود اُمّت میں سے ہوگا''۔

فرمایا: ''...........مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت وہ خداتعالیٰ کے علم میں نبی نہیں ہوں گے۔ اور اگر خداتعالیٰ کے علم میں وہ نبی ہوں گے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دنیا میں آ گیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا استخفاف اور نصّ صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے۔ قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں